1948

1975

1989

دُنیا کے مزدورو ایک ہو جاؤ!

سُرخ پرچم

کتابی سلسلہ

3

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس

CC
CPP

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس کے از سر نو منتخب سیکرٹری جنرل امام علی نازش

سرخ پرچم

کانگریس نمبر

کتابی شمارہ نمبر ۳

سینٹرل کمیٹی کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کا ترجمان

اس شمارے میں

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۔	اداریہ	۶
۲۔	کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کے سیکریٹری جنرل کامریڈ امام علی نازش کا تیسری کانگریس سے استقبالیہ خطاب	۷
۳۔	تیسری کانگریس کی مختصر روئداد	۱۰
۴۔	تیسری کانگریس کی منظور کردہ دستاویز "قومی آزادی، قومی جمہوریت اور سوشلزم"	۱۲
۵۔	کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس کی منظور کردہ سیاسی اور دیگر قراردادیں۔	۵۵
۶۔	سی پی پی کے سیکریٹری جنرل کامریڈ امام علی نازش کا پریس کانفرنس سے خطاب	۶۴
۷۔	شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ تحریر (عاصم)	۶۷

طابع:۔ ڈیسنٹ پریس، آرام باغ روڈ کراچی

قیمت
دس روپے

مقام اشاعت:۔ C-54 بلاک "ایل"
نارتھ ناظم آباد کراچی

اداریہ!

پارٹی کی تاریخ میں اسکی یہ تیسری کانگریس ہر لحاظ سے اہم ترین واقعہ ہے اور تاریخی موڑ ثابت ہوگی۔ ایک تو یہ کانگریس ۱۴ سال کی طویل مدت کے بعد منعقد ہوسکی جس میں کچھ تو معروضی اور کچھ موضوعی حالات کا دخل تھا۔

دوسرے یہ کانگریس ایسے حالات میں منعقد ہوئی جبکہ پارٹی میں شدید نظریاتی اور تنظیمی کشمکش جاری تھی جسے سوویت یونین میں تشکیل نو اور کھلے پن کی مہم اور اس پر عالمی مزدور تحریک میں بحث ومناظرے نے اور شدید بنا دیا تھا۔

تیسرے پارٹی کے اندر سنجیدہ بحث ومباحثہ نے دھڑے بندی اور ذاتی مخالفت کی شکل اختیار کرلی تھی۔

چوتھے دوسری کانگریس کے برخلاف یہ تیسری کانگریس ملک کے اندر نسبتاً جمہوری ماحول میں پائی اسی میں دوسری کانگریس کے مقابلے میں مندوبین اور مبصرین کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ اہم قابلِ ذکر بات پہلی بار پارٹی کانگریس میں خواتین کامریڈز کی شرکت ہے۔

کانگریس کے پہلے دن شدید کھنچاؤ اور چھوٹے حصّے کے کانگریس سے واک آؤٹ کے باوجود (جسکی پہلے سے توقع تھی) کانگریس کی کاروائی جاری رہی بلکہ اسمیں ایک دن کا اضافہ کرنا پڑا۔ ساتھی مندوبین نے بغیر کسی تحفظات اور لیڈرشپ کی شخصیات کا لحاظ کے کھلے دل ودماغ کے ساتھ اپنی بساط سے بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور اپنے تنقید کے حق کو استعمال کیا۔

کانگریس نے پارٹی کے اندر بعض اہم خامیوں اور کمزوریوں کی نشاندھی بھی کی ہے جس پر آئندہ قابو پائے بغیر پارٹی کو محنت کش عوام کا راہنما اور مزدور طبقہ کا ہراول بننے میں سخت دشواری ہوگی ان خامیوں میں سب سے اہم خامی مع لیڈرشپ کے مارکسزم لینن ازم کی سائنسی تعلیم اور اسے تیزی سے بدلتے ہوئے عالمی اور قومی مسائل کے حل میں تخلیقی طور پر لاگو کرنے، نتائج اخذ کرنیکی صلاحیتوں کو فروغ دینے میں کوتاہی کی خامی ہے جس پر جلد از جلد قابو پانا ہوگا۔

اسی طرح بہت سی تنظیمی خامیاں بھی سامنے آئیں۔ پارٹی اب تک پوشیدہ حالات میں کام کرتی رہی ہے۔ اسکی وجہ سے کچھ خامیوں کا ابھرنا ناگزیر تھا۔ وہ طریقہ کار اب نہیں چل سکے گا۔ پارٹی کے اندر تنقید اور خود تنقیدی کو مزید بہت افزائی کرنا ہوگی۔ اداروں اور کامریڈز کی پہل کاری کو فروغ دینا ہوگا۔ مرکز کی مداخلت کی جگہ اُس کے رہنمایانہ کردار کو بڑھانا ہوگا۔

تیسری کانگریس نے بہت کچھ سکھایا ہے اور ابھی اس سے مزید بہت کچھ سیکھنا ہوگا۔ پارٹی کے تمام اداروں بالخصوص مرکز کے اداروں کی کارکردگی کو جمہوری مرکزیت کے اصولوں پر بہت فعال بنانے کی ضرورت ہے۔

بہت سی خامیوں کے باوجود کانگریس بے حد کامیاب رہی اسکے لئے تمام ساتھی، مندوبین، مبصرین اور بالخصوص والنٹیرس مبارکباد کے مستحق ہیں۔

انہوں نے جس طرح چار شب وروز کانگریس کی کامیابی کیلئے انتھک محنت کی ہے۔ وہ حقیقی کمیونسٹ جذبے کا مظاہرہ تھا۔ اس میں جس جگہ کانگریس منعقد ہوئی اسکے محنت کش باشندوں نے اپنے وڈیروں کی مخالفت کے باوجود جس جوش اور جذبے کے ساتھ مندوبین کی مہمان نوازی کی اور کانگریس کی حفاظت کی اسکی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

ہمیں یقین رکھنا چاہیئے کہ کانگریس کے بعد پارٹی پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ ذمہ داری کے ساتھ ملک کے محنت کش عوام کو مزدور طبقے کے گرد منظم کرنے میں کامیاب ہوگی۔ نئی لیڈرشپ جس کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ پارٹی کو نئی اور پرشباب قوت بخشے گی۔ اور ماضی کی خوبیوں اور غلطیوں دونوں سے سائنسی انداز میں سیکھ کر پارٹی کو مزید فعال بنائے گی۔

امید ہے کہ پارٹی کانگریس کے دوران مندوبین نے جس جذبے اور پہل کاری کا اظہار کیا تھا وہ پارٹی کے کام میں اس کا بھرپور اظہار کریں گے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس

سے سیکرٹری جنرل کامریڈ امام علی نازش کا استقبالیہ خطاب

کامریڈز۔

ہم آج چودہ سال کے طویل عرصے کے بعد مل رہے ہیں یہ سال تیز رو تبدیلیوں، ڈرامائی واقعات۔ ہیجان انگیز صورتِ حال۔ طویل مقدموں اور عظیم قربانیوں کے سال ہیں ہماری دوسری کانگریس ۱۹۷۲ء میں منعقد ہوئی تھی۔ اس حقیقت کے باوجود کہ وہ 1948 کی پہلی کانگریس کے پورے 27 سال بعد ہوئی تھی وہ پاکستان کی اس وقت کی صورتحال میں ایک عظیم کامیابی تھی۔ دوسری اور تیسری کانگریس کے درمیان متعدد کانفرنسیں اور توسیعی اجلاس منعقد ہوئے

14 سال آج کل کی تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا میں ایک طویل عرصہ ہوتا ہے چنانچہ یہ حقیقت اتنی حیرت انگیز نہیں ہے کہ ہمارے زیادہ تر مندوبین بلکہ ان کی اکثریت پہلی بار کانگریس میں شریک ہو رہی ہے۔ یہ بہت ہمت افزا بات ہے کہ ایک طرف تو پارٹی ان سالوں میں تجربے کی دولت سے مالا مال ہوئی ہے۔ اسکی پختگی میں اضافہ ہوا ہے دوسری طرف اس نے اپنی امنگ، طاقت۔ نظم اور انقلابی روح نہیں کھوئی۔

کامریڈز۔ میں تمام نئے اور پرانے مہمانوں، مبصروں اور مندوبین کو اس تیسری کانگریس میں خوش آمدید کہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ نہ صرف پارٹی کی مستقبل کی انقلابی حکمتِ عملی متعین کریں گے بلکہ اس کے عملی جامہ پہنانے کیلئے بھی انتھک کام کریں گے۔ پھر بھی اس تیسری کانگریس کا اتنے طویل عرصہ بعد انعقاد اس بات کا متقاضی ہے کہ میں مختصراً اس کی وجہ بیان کردوں۔ خاص طور پر اس لئے کہ ماضی قریب میں ہماری صفوں میں یہ ایک نزاعی مسئلہ رہا ہے۔

عام حالات میں تیسری کانگریس 80 - 1979 میں ہو جانی چاہیئے تھی۔ لیکن پاکستان میں حالات معمول کے مطابق نہیں تھے 81 - 1979 وہ مخصوص سال تھے جن میں مارشل لاء حکومت پوری قوت سے پارٹی پر حملہ آور ہوئی اور پارٹی اپنے نقصانات کم سے کم کرنے کی حکمت عملی اپنانے پر مجبور ہو گئی۔ 1985ء میں پارٹی اس قابل ہو سکی کہ وہ تیسری کانگریس کا لائحہ عمل تیار کر سکے۔ اس کے انعقاد کا وقت 1986 کی آخری سہ ماہی مقرر کیا گیا۔ اس دوران پارٹی میں پارٹی دشمن عناصر نے (اس کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے) کانگریس کے انعقاد کو ناکام بنانے کی کوششیں تیز تر کر دیں۔ اس گروپ کے ایک لیڈر جو پارٹی کے 1976 کے حکمت عملی کے تھیسس کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ بعد میں ظاہر ہوا کہ پارٹی کے ماضی سے مکمل قطع تعلق کر کے پارٹی کو از سر نو تشکیل دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے 1986 کے دسمبر تک تھیسس کا مسودہ تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کی۔ وہ اس میں ناکام رہے پارٹی نے مئی 1987 کو اپنی مرکزی کمیٹی کی میٹنگ کے ایجنڈے میں کانگریس کا وقت اور لائحہ عمل دوبارہ طے کرنے کا مسئلہ شامل کیا۔ پارٹی دشمن گروپ کھلے بندوں مرکزی کمیٹی کی میٹنگ سے قبل ہی الگ ہو گیا تاکہ وہ تیسری کانگریس کے نئے ٹائم ٹیبل میں فریق بننے سے پہلو بچا سکے۔ پارٹی کی پالیسیوں کی تشکیل اور انہیں عملی جامہ پہنانے میں زیادہ سے زیادہ کامریڈز کی شرکت نہ صرف کارآمد ہوتی ہے بلکہ محنت کش طبقے کی پارٹی کیلئے ضروری ہوتی ہے۔ اس طرح کی عملی شرکت اجتماعیت کی روح ہے حکمران طبقات بھی اس حقیقت سے واقف ہیں۔ چنانچہ انکے تشدد اور جبر کا نشانہ اجتماعی عمل کو درہم برہم کرنا ہی ہوتا ہے وہ ایسے حالات پیدا کرتے ہیں کہ صحت مند جمہوری بحث و مباحثہ اور تبادلہ خیال مشکل ہو جائے۔ پارٹی ظاہر ہے کہ عوام سے کٹ جانے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ایسی صورتحال میں عوام سے رابطہ رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ حکومتی جبر و تشدد پارٹی کو روپوش ہو جانے اور زیر زمین رہ کر کام کرنے پر مجبور کرتا ہے یا پھر یہ کہ پارٹی ختم ہو جائے۔ اکسانے والے ایجنٹ اور پارٹی دشمن عناصر پارٹی کو کھلے عام کام کرنے کیلئے آمادہ کرنیکی سازشیں کرتے ہیں اس لئے نہیں کہ وہ جمہوریت کے پرستار ہیں بلکہ اس لئے تاکہ حکومت کی جابرانہ مشین پارٹی کو زیادہ مؤثر طریقے سے کچل سکے۔

1958 کا ایوب مارشل لاء ملک کے سب سے زیادہ جابرانہ دور کا علمبردار تھا۔ کامریڈ حسن ناصر 1960 میں شہید ہوئے اسی وقت کچھ پارٹی دشمنوں نے سر اٹھایا انہوں نے پارٹی میں انتخاب کرائے جانے کی مہم شروع کی۔ یہ ان عناصر کی پہلی چال تھی جنہوں نے 1963 میں پارٹی کو ماؤ ازم کے نام پر توڑ دیا۔

حال ہی میں نکالے جانے والے گروپ نے بھی ضیاء مارشل لاء حکومت کی طرف سے پارٹی کے راستے میں کھڑی کی جانے والی رکاوٹوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ انہوں نے پارٹی کا محنت کش اور انقلابی چہرہ بگاڑنے کی ہر ممکن کوشش کی پھر انہوں نے جمہوریت کا نعرہ لگایا تاکہ پارٹی کا زیر زمین ڈھانچہ حکومت کی خفیہ ایجنسیوں کے سامنے کھل جائے کانگریس کے بارے میں ان کا شور شرابا ایک اس محاوراتی انسان کی طرح تھا جو پہلے کتے کو برا سا نام دیتا ہے اور پھر اسے پیٹتا ہے۔ بہر حال جمہوریت کے یہ چیمپئن عملی طور پر بورژوا جمہوریت کا یہ بنیادی اصول تک بھول گئے کہ اقلیت اکثریت کے تابع ہوتی ہے۔

ابھی ایک مرتبہ پھر پارٹی کو دشواریوں کا سامنا ہے کچھ ساتھی سوویت یونین کے اندر کھلے پن اور تعمیر نو کے عمل کی من مانی تشریح کی آڑ میں اور پاکستان کے معروضی حالات کا ادراک کئے بغیر پارٹی کا نام حکمت عملی اور پوری سیاست کو تبدیل کرنے کے درپے ہیں۔ پارٹی نے نظریاتی اور سیاسی محاذ پر ان ساتھیوں سے بحث و مباحثہ کیا ہے اور انہیں قائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ پارٹی نے ہر ممکن کوشش کی کہ اس مباحثہ کا نظریاتی سیاسی پہلو حاوی رہے اور اسے ذاتی رنگ نہ دیا جائے مگر اس میں پوری طرح سے کامیابی نہیں ہو سکی۔ ابھی کانگریس کے مندوبین کو پارٹی کے آئندہ لائحہ عمل اور حکمت عملی پر بحث و مباحثہ کے دوران تعمیر نو اور کھلے پن کے عمل کا تخلیقی طور پر جائزہ لینا ہوگا اور پاکستان کے معروضی حالات کو

مدنظر رکھتے ہوئے اس کے مفید اور قابل عمل پہلوؤں سے استفادہ کرنا ہوگا

میں آپ کو تیسری کانگریس کے انعقاد پر مبارکباد دیتا ہوں لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ کاروائی شروع کرنے سے پہلے ہمیں کامریڈ نذیر عباسی کو نذرانۂ عقیدت پیش کرنا چاہیئے جنہیں فوجی خفیہ ایجنسی نے شہید کیا۔ ہمیں کامریڈ ڈاکٹر تاج کو بھی نذرانۂ عقیدت پیش کرنا چاہیئے جو جماعت اسلامی کے ہاتھوں دیر میں شہید ہوئے۔ ان دوستوں اور کامریڈز کے لئے بھی ہمارا نذرانۂ عقیدت واجب الادا ہے جواب ہم میں نہیں ہیں۔ کامریڈ غلام محمد لغاری، سرفراز محمد، قاضی فیض محمد، تاج ابڑو، فیض احمد فیض، میجر محمد اسحاق، ڈاکٹر رکن الدین حسن، سیف خالد، استاد جمن، کامریڈ قلندر حسن حمیدی، نعمت اللہ سوہن سنگھ جوش، ملک نورانی، حمید بلوچ، کامریڈ عبدالرحمٰن نذیر بلوچ، سید سبط حسن، افضل بنگش، ڈاکٹر واجد علوی، سلطان خان، حیدر بخش جتوئی، فاضل راہو، نصیر خیام، سلطان احمد کمیار، گل خان نصیر، صفدر ہاشمی، آزاد جمالدینی، ادریس طوطی، الیاس صدیقی، ڈاکٹر ادھیکاری، محمد سرور، کامریڈ افضل، عثمان غنی، ادریس بیگ

ہم کامریڈ فرہاد۔ جنرل سکریٹری کمیونسٹ پارٹی آف بنگلہ دیش اور دیگر برادر پارٹیوں کے ہم سے جدا ہونے والے تمام ساتھیوں کو بھی نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ہم افغان۔ ایران۔ السلاوڈور اور دنیا کے دوسرے ممالک میں سامراج کے ہاتھوں شہید ہونے والے تمام کامریڈز کو سرخ سلام پیش کرتے ہیں

"تین منٹ کی خاموشی"

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس

(مختصر روئداد)

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس ایک طویل عرصہ کے بعد 25 تا 28 مئی کو منعقد ہوئی اس کے انعقاد میں حائل رکاوٹوں، دشواریوں اور نامساعد حالات کا تفصیلی تذکرہ سیکرٹری جنرل کی استقبالیہ تقریر تنظیمی رپورٹ کی دستاویزات میں موجود ہے۔ گذشتہ دوسری پارٹی کانگریس کے بعد ملکی اور بین الاقوامی صورتحال میں گہری تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ اس لئے نئے حالات اور تقاضوں کے مطابق پارٹی کی حکمت عملی اور لائحہ عمل پر غور و خوض اور ان کے یقین کے لئے تیسری پارٹی کانگریس کو بہت اہم کردار ادا کرنا تھا جس میں وہ نمایاں طور پر کامیاب رہی۔

کانگریس کے انعقاد کے قبل تمام ضلعی اور صوبائی تنظیموں کی کانفرنسوں میں کانگریس کیلئے اتاری گئی دستاویزات پر بحث ہوئی۔ ترامیم و تجاویز پیش کی گئیں اور تیسری کانگریس کے لئے مندوبین کا انتخاب کیا گیا۔ تیسری کانگریس میں شریک کرنے والے مندوبین کی کل تعداد 127 تھی۔ جبکہ .... مبصرین بھی شریک ہوئے۔ کانگریس کا انتظام ..... رضاکاروں کے ذمہ تھا۔ جنہوں نے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔ تیسری کانگریس کے جائے انعقاد کے مقامی باشندوں نے بھی پارٹی کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

۲۵ مئی کی صبح کو تیسری پارٹی کانگریس کا آغاز پارٹی کے سیکرٹری جنرل کامریڈ امام علی نازش کی استقبالیہ تقریر سے ہوا جنہوں نے کانگریس کے مندوبین اور مبصرین کو کانگریس کی مبارکباد دیتے ہوئے خوش آمدید کہا اور گذشتہ دو میں پارٹی کی جدوجہد اس کے اندر جاری مختلف سیاسی، نظریاتی رجحانات کا مختصر جائزہ پیش کیا انہوں نے پارٹی کانگریس کے باقاعدہ آغاز کا اعلان کیا جس کے بعد مزدوروں کا بین الاقوامی ترانہ "انٹرنیشنل" بجایا گیا۔ اس کے بعد کانگریس کا ایجنڈا منظوری کے لئے پیش کیا جانا تھا مگر پارٹی کے پولیٹیکل بیورو کے ایک رکن نے سیکرٹری جنرل کی تقریر پر تنقید کرتے ہوئے پارٹی پر سنگین سیاسی و نظریاتی حملے شروع کر دیئے جیسا کہ ساتھیوں کے علم میں یہ بات ہے کہ پارٹی میں مختلف موضوعات پر بحث کانگریس کے آغاز سے پہلے شروع ہو چکی تھی جن میں قابل ذکر پارٹی کا نام اس کی سیاست اور حکمت عملی کو تبدیل کرنے پارٹی میں جمہوری مرکزیت کے اصول کو ختم کرنے اور پارٹی کے پرولتاری کردار کو ختم کر کے اسے کثیر الطبقاتی پارٹی میں بدلنے کے موضوعات تھے۔

کانگریس سے قبل پارٹی نے ان ساتھیوں سے نظریاتی بحث و مباحثے کے ذریعے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی اور اس بحث و مباحثے کو کانگریس تک لانے میں کامیاب رہی جہاں تمام مندوبین کو اس میں شرکت اور رائے اظہار کا موقع حاصل ہوا منحرف ساتھیوں کی طرف سے کانگریس سے بچ نکلنے اور اس سے قبل ہی پارٹی کو توڑ دینے کی کوششیں بار آور ثابت نہ ہو سکیں مگر وہ کانگریس میں واک آؤٹ کا مصمم ارادہ لیکر شامل ہوئے تھے اس لئے انہوں نے صوبہ سندھ میں مندوبین کے انتخابات کو جواز بنا کر کانگریس کی قانونی حیثیت کو چیلنج کیا کانگریس کا پورا پہلا دن ایجنڈے سے ہٹ کر اسی بحث کی نظر ہو گیا جس میں مندوبین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بہت سے بنیادی و نظریاتی مسائل بھی زیر بحث آئے منحرف ساتھیوں کو جب ایوان کو قائل کرنے کی اپنی کوششوں کے لایعنی ہونے کا احساس ہونے لگا تو وہ کانگریس کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے واک آؤٹ کر گئے

ان کے ساتھ جانے والے مندوبین کی تعداد ۳۴ تھی انہوں نے کھلے عام اعتراف کیا کہ انہوں نے اپنی متبادل کانگریس کا انتظام پہلے سے کر رکھا ہے جس سے ان کے عزائم تصدیق ہوئی ہے ایوان نے اس واک آؤٹ پر شدید ردعمل کا اظہار کیا اور اس کی مذمت کی منحرف حضرات کے واک آؤٹ کے باوجود کانگریس نے اپنی کاروائی جاری رکھی اور ایوان نے کانگریس کا باقاعدہ ایجنڈا منظور کر لیا۔

۲۶ مئی کو کانگریس کی کاروائی کے دوسرے دن کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے تیسری کانگریس کے نام غوث بخش بزنجو کا تہنیتی پیغام پڑھ کر سنایا گیا اس کے بعد تیسری کانگریس میں شریک برادر پارٹیوں کے نمائندوں نے تقاریر کیں ان میں تودہ پارٹی ایران اور قومی انقلابی پارٹی کے ساتھی شامل تھے جنہوں نے کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کو تیسری کانگریس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی اور اس کی کامیابی کے لئے نیک تمناؤں کا اظہار کیا یہ دن سینٹرل کمیٹی کی طرف سے سیکریٹری جنرل کامریڈ امام علی نازش کی پیش کردہ سیاسی رپورٹ پر بحث کے لئے مخصوص تھا۔ مندوبین نے اس پر بحث کے دوران جہاں اسے سراہا وہاں اس میں موجود خامیوں کی نشاندہی کی اور متعدد ترامیم پیش کیں ایوان نے سیاسی رپورٹ کو پیش کردہ اضافوں اور ترامیم کے ساتھ منظور کر لیا اور فیصلہ کیا کہ اسے پارٹی کانگریس کی دستاویز میں شامل کر دیا جائے۔

۲۷ مئی کو کانگریس کی کارروائی کے تیسرے دن کانگریس کی دستاویز کے مسودے پر بحث ہوئی مسودے پر بحث بہت معیاری اور سیر حاصل تھی جس میں بہت سے مندوبین نے سرگرم حصہ لیا۔ بہت سے سیاسی، معاشی اور نظریاتی نقاط پر بحث و مباحثہ ہوا جس کے دوران مسودے میں متعدد ترامیم اور اضافے پیش کئے گئے انہیں جامع شکل میں مسودے کے اندر شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

۲۸ مئی کو کانگریس کی دستاویز پر بحث جاری رہی ایوان نے پیش کردہ ترامیم اور اضافوں کے ساتھ کانگریس کی دستاویز کی منظوری دیدی اس کے بعد ایوان کے سامنے پارٹی کا آئین منظوری کے لئے پیش کیا گیا جسے مندوبین نے بحث و مباحثے کے بعد پیش کردہ ترامیم اور اضافوں کے ساتھ منظور کر لیا بعد ازاں ایوان کے سامنے پارٹی کی تنظیمی رپورٹ اور مالی رپورٹ پیش کی گئیں جن کو کھلے اظہار رائے اور تنقید کے بعد منظور کر لیا گیا وقت کی کمی کی بناء پر اس دن پیش کی جانے والی رپورٹوں پر سیر حاصل بحث نہ ہو سکی بہت سے مندوبین نے اپنی آراء تحریری شکل میں پیش کیں ایوان نے فیصلہ کیا کہ پارٹی دستاویز، آئین اور دیگر دستاویزات میں ایوان کی طرف سے پیش کردہ ترامیم اور اضافے کو جامع طور پر شامل کرنے کیلئے سینٹرل کمیٹی کی طرف سے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے گی جو ایوان کی رائے کو مدنظر رکھتے ہوئے ان دستاویزات میں منظور شدہ ترامیم اور اضافے شامل کر کے شائع کرے گی

کانگریس میں سیاسی قراردادیں بھی اتفاق رائے سے منظور کی گئیں کانگریس کے ایجنڈے کی آخری شق سینٹرل کمیٹی کے انتخابات تھے خفیہ اظہار رائے کے ذریعے کانگریس کے مندوبین نے کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی نئی سینٹرل کمیٹی منتخب کی جس کے فوری بعد سینٹرل کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں کامریڈ امام علی نازش کو کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کا سیکریٹری جنرل منتخب کیا گیا بعد میں نومنتخب سینٹرل کمیٹی کے اراکین اور سیکریٹری جنرل نے کانگریس کے مندوبین سے خطاب کیا اور کانگریس کی ثمر آور کارروائی اور کامیاب انعقاد پر مبارکباد پیش کی اور نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ مزدور طبقے اور پارٹی کی سیاست کو آگے بڑھانے کی اپیل کی۔

آخر میں سینٹرل کمیٹی کے سیکریٹری جنرل کامریڈ امام علی نازش نے کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس کے باقاعدہ اختتام کا اعلان کیا مزدوروں کے عالمی ترانے "انٹرنیشنل" کے ساتھ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس اپنے اختتام کو پہنچی۔

قومی آزادی

اور

سوشلزم کے لئے

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان

کی

تیسری کانگریس کی

دستاویز

عالمی صورتحال

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی دوسری کانگریس (۱۹۷۶ء) نے آج کے عہد کے بنیادی تضاد سوشلزم اور سامراج کے درمیان تضاد کے چند اہم رجحانات کی نشاندہی کی تھی۔ کانگریس کی حکمت عملی کی دستاویز میں (صفحہ ۷ پر) یہ بات زور دے کر کہی گئی تھی۔

"..... سوشلزم ہمارے دور کی فیصلہ کن قوت بن گیا ہے۔ وہ اصل دھارا ہے جو انسانی تاریخ کا راستہ متعین کر رہا ہے۔" آج سوشلزم کی طاقت اور رجحانات اس وقت کی نسبت اور زیادہ نمایاں ہیں۔ بلکہ حقیقتاً سوویت یونین کی ۲۷ ویں کانگریس نے اسے مزید گہرا کر دیا ہے۔

جوہری ہتھیاروں کے ایسے ہولناک ذخیروں کی موجودگی میں جن سے دنیا کو متعدد مرتبہ تباہ کیا جا سکتا ہے روئے زمین پر بسنے والے ہر انسان کے لیے پائیدار امن انتہائی اہم ضرورت ہے۔ یہ ذخیرے زمین کے احولیاتی توازن کو تباہ کر رہے ہیں۔ امن کسی خاص طبقے یا کسی مخصوص سماجی نظام کی ہی ضرورت نہیں بلکہ انسانی زندگی کا بنیادی مطالبہ ہے۔ یہ درست ہے کہ جب تک عالمی سامراج کے قبضہ میں جوہری ہتھیاروں کے ذخیرے ہیں۔ ہم خطرے کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ بھی ایک بڑی حقیقت ہے کہ ساری دنیا میں جنگ عظیم دوم کے بعد کے دور میں امن کی مہم طاقتور لہر کی شکل میں ابھری ہے۔ اور عظیم تحریک بن گئی ہے۔ یہ بات فطری ہے کہ امن کی تحریک کی رہنمائی سوشلسٹ کیمپ اور عالمی مزدور طبقہ کر رہا ہے۔ اور دنیا کی تباہی کے خطروں کے پیش نظر آبادیوں کے وسیع طبقے امن تحریک میں شامل ہو رہے ہیں۔ یورپ کے دارالحکومتوں میں لاکھوں آدمیوں نے امن مارچ میں حصہ لیا۔ سائنسدان، فلسفی اور مذہبی علماء بھی جو اس خطرے سے آگاہ ہیں امن تحریک میں جوش و خروش سے حصہ لے رہے ہیں۔ امن دنیا تخفیف اسلحہ اور پرامن بقائے باہمی کے حالات میں طبقاتی کشمکش کی کامیابی کے لیے یہ ضروری ہے کہ عالمی رائے عامہ کی طاقت کو اور زیادہ منظم کیا جائے۔ پاکستان کے عوام میں بڑھتی ہوئی کشیدگی، فوجی اخراجات کا بوجھ اور ملک کو سرد جنگ میں کھینچنے کی سامراجی اور ان کے پٹھو حکمرانوں کی کوشش کی وجہ سے جنگ کے خطرہ اور امن کی ضرورت کا زیادہ احساس پیدا ہوا ہے۔

امن اور تخفیف اسلحہ لازم و ملزوم ہیں۔ اسلحہ کی پیداوار اور فروخت میں مصروف امریکہ کے ریاستی فوجی صنعتی ادارے آج تخفیف اسلحہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ جس کا کام صرف اسلحہ کی پیداوار کرنا ہے۔ اس میں کوئی تعجب نہیں کہ ان اداروں کی موجودگی میں امریکہ خلائی جنگ کے پروگرام پر اصرار کرتا ہے۔ یہ اسلحہ کی تیاری کو روکنے پر تیار نہیں ہے۔ لیکن آج دنیا کی صورتحال مختلف ہے۔ اور سرد جنگ کا دور ختم ہو گیا ہے۔ گو کہ آج بھی سامراج کی کوشش یہی ہے کہ اپنے اسلحہ اور فوجی ہم کا بوجھ زیادہ سے زیادہ ترقی پذیر ممالک کی معیشتوں پر ڈالا جائے۔ اور ان کے محدود وسائل کو اسلحہ کی خریداری میں صرف کرایا جائے لیکن ان کوششوں کے باوجود سامراج اپنے بحران سے نہیں نکل سکتا ہے۔ کیونکہ اسلحہ کی دوڑ پر زور دینے کے نتیجے میں اس کے بجٹ میں عوام کے فلاح اور ضروریات کے لیے حصہ کم سے کم ہوتا ہے۔ جو اس کے اندرونی بحران کو شدید کرتا ہے۔ اس کی جنگ بازی کی پالیسیاں اسے اپنے عوام سے کاٹ رہی ہیں۔

سوویت یونین نے اپنے ایٹمی تجربوں پر جو اٹھارہ ماہ کیلئے [illegible] تھی اس کا تمام دنیا میں خیر مقدم کیا گیا تھا۔ پابندی کی اس مدت کو ۲۷ ویں کانگریس کے بعد مزید بڑھایا گیا تھا۔ دنیا بھر نے جو امیدیں ریگیاوک [illegible]

بازی تھی نتائج پورے نہ ہو سکیں۔ کیونکہ صدر ریگن نے اپنے تین ٹریلین ڈالر کے اسٹار وار پروگرام پر بے جا اصرار کر کے کامریڈ گورباچوف کی حقیقت پسندانہ تجاویز کو مسترد کر دیا تھا۔ حالانکہ خود ریگن کو کھلے عام پر کہنا پڑا کہ ایٹمی جنگ میں کوئی فاتح نہیں ہو سکتا۔

امریکہ کا اسلحہ کا بجٹ ۲۰۰ بلین ڈالر سالانہ تک پہنچ گیا جو اس کی سرد جنگ پالیسی کے دور سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ لیکن آج دنیا جان فاسٹر ڈلس کے دور میں نہیں رہ رہی ہے۔ طاقتوں کا توازن آج سامراج کے خلاف ہے اور سامراج کے حق میں اس کی واپسی ناممکن ہے۔ اسی لیے سامراج کی نئی عالمی پالیسی ابتدا ہی سے محض ناقابل عمل بن کر رہ گئی۔ امریکی سینٹرل کمانڈ کی کوششیں یہ ہیں کہ مغربی اور جنوبی ایشیا میں زیادہ سے زیادہ کشیدگی پھیلائی جائے لیکن اس کے نتیجے میں بعض امن پسند ممالک اور طاقتیں بھی ایک دوسرے کے نزدیک ہو رہی ہیں بندوق کی سیاست جس کا مظاہرہ ایران اور چھوٹے سے ملک گرینیڈا میں کیا گیا امریکی سیاست کی طاقت نہیں بلکہ عیاں فوجی کمزوری کا مظاہرہ تھا۔ امریکی سامراج دوسری مغربی طاقتوں کو بھی اپنا ہمنوا بنانے میں ناکام رہا ہے۔ گروپ آف سیون جو ترقی یافتہ صنعتی ممالک کے سربراہوں پر مشتمل ہے متعدد میٹنگوں کے بعد بھی کوئی مشترکہ لائحہ عمل طے کر نہیں سکا۔

امن کیمپ اور سوشلسٹ ممالک کی ترقی اور بڑھتے ہوئے حلقہ اثر نے دنیا کے بیشتر علاقوں میں سامراجی ریشہ دوانیوں کے راستے بند کرنا شروع کر دیئے ہیں امریکی سیاست کا رجحان جو ویت نام میں امریکی شکست کے بعد پیدا ہوا ہے کہ براہ راست جنگ میں ملوث ہونے کے بجائے دوسروں کو لڑایا جائے مزید بڑھا ہے۔ بین الاقوامی مزدور طبقہ کی تحریک اور امن کی طاقتوں نے امریکی سامراج کو مغربی یورپ میں اپنا اسلحہ کم کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کشیدگی بڑھانے اور پرامن بقائے باہمی کو مسترد کرنے کی سامراجی پالیسیوں کا دیوالیہ پن حالیہ واقعات نے ظاہر کر دیا۔ جس میں یورپی پارلیمنٹ میں کمیونسٹ ممبران کا منتخب ہونا کمیونسٹ اور سوشلسٹ تحریک کے دھاروں کا یکجہتی کی طرف مائل ہونا اور دوسرے انسانیت پرست اور مذہبی حلقوں سے اشتراک شامل ہیں۔

بین الاقوامی تعلقات میں تازہ ترین اور امید افزا پیش رفت تخفیف اسلحہ کا معاہدہ آئی۔ این۔ ایف معاہدہ ہے جس پر سوویت یونین اور امریکہ کے درمیان واشنگٹن میں ۸ دسمبر ۱۹۸۷ء کو دستخط ہوئے۔ اس معاہدہ نے انسانیت کو ایٹمی تباہی سے بچنے کی ایک امید پیدا کی ہے۔ اس معاہدہ سے دنیا بھر کے ایٹمی ہتھیاروں کے ذخیرہ میں صرف ۴٪ ہی کمی ہو گی لیکن اس معاہدہ نے عالمی امن کی طاقتوں کو بڑا حوصلہ بخشا ہے۔ اور ایٹمی اسلحہ کی مکمل تباہی کی راہ ہموار کی ہے۔ یہ معاہدہ جنگ کے خلاف عالمی رائے عامہ کی جزوی مگر اہم کامیابی ہے۔ اس نے مغربی یورپ کے ممالک کو جو دو جنگوں کے تباہ کن تجربوں سے گزر چکے ہیں، امن کی یقین دہانی کرائی ہے۔ اس معاہدہ کے تحت ہتھیار مغربی یورپ سے ہٹائے جائیں گے۔ اس معاہدہ کے اثرات میں جو ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ دنیا کے جنگ زدہ علاقوں میں کشیدگی میں کمی ہونا ضروری ہے اس معاہدہ نے اسلحہ کی دوڑ کا لایعنی اور بے مصرف ہونا ثابت کیا ہے۔ اور اسلحہ پر خرچ ہونے والی بڑی رقموں کو بھوک، افلاس اور جہالت کے خلاف مہم میں صرف کرنے کی شدید اہمیت کا احساس دلایا ہے۔ اس معاہدے کے نتیجہ میں یہ امکان پیدا ہو گیا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں سماجی تبدیلی کا عمل کم سے کم تشدد کے ساتھ وقوع پذیر ہو سکے۔ یہ معاہدہ عالمی رائے عامہ سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ طاقت زیادہ تنظیم کے ساتھ تخفیف اسلحہ کے لیے اور اس صدی کے خاتمہ سے پہلے ایٹمی ہتھیاروں سے پاک دنیا کی تشکیل کیلئے جدوجہد کی جائے اس معاہدہ نے مستقبل کی پرامن دنیا کیلئے نئے راستے روشن کیے ہیں۔

سامراجی کی اقتصادی پالیسیاں بھی بحران کا شکار ہیں کیونکہ اس کی معیشت کی بنیاد اسلحہ کی پیداوار ہے۔ یہ معیشت دنیا بھر کے عوام کی امنگوں کے خلاف ہے لہٰذا اس میں

انقلاب کے ساتھ آگے بڑھنے کا عنصر بہت کم ہے۔ سامراجی "امداد" اب سامراجی قرضوں میں تبدیل ہو گئی ہے۔ جن کا مقصد صرف اسلحہ کی خریداری ہے۔ بہر حال یہ بات نظر میں رکھنے کی ہے کہ سامراج ایک زندہ جسم کی حیثیت میں اپنی حکمت عملی میں تبدیل کر رہا ہے۔ ترقی پذیر ممالک کی صورتحال اور عالمی تقسیم محنت میں ہونے والی تبدیلیوں کے نتیجہ میں سامراج اب سرمائے کی برآمد کی نئی شکل اختیار کر رہا ہے۔ پھر یہ کہ نئی ٹیکنالوجی اور نئی مشینوں کی ایجاد پرانی مارکیٹ کو نئی مارکیٹ سے تبدیل کرتی ہے۔ ایک طرف قوامی سامراج کی قوت حرکت کم ہو رہی ہے اور دوسری طرف دو نئے طاقتور سامراجی مراکز جاپان اور مغربی جرمنی کی شکل میں ابھر رہے ہیں۔

سوویت یونین میں پیرسٹرائیکا کا عمل ایک نئی قسم کا انقلابی عمل ہے جو تکنیکی انقلاب کا آہنگ برقرار رکھنے کے لیے سوشلسٹ سماج کے بالائی ڈھانچہ کو جدید بنانے کا عمل ہے۔ کیونکہ ایک اندازے کے مطابق نئی ٹیکنالوجی سے نوجوان نسل کی پیداواری صلاحیت میں بیس گنا اضافہ ہو جائیگا۔ تنظیم نو کا یہ عمل سوشلسٹ معیشت میں عوام کو ہر سطح پر فیصلے کا زیادہ اختیار دینے اور سوشلسٹ سماج کو زیادہ خوش گوار اور پر اعتماد بنا رہا ہے۔

پیرسٹرائیکا یا تنظیم نو کی اس پالیسی کے بین الاقوامی اثرات بھی بہت اہم ہیں۔ یہ سوشلسٹ نظام کے بڑھتے ہوئے اعتماد کو ظاہر کرتا ہے۔ سوشلسٹ سماج کی بحیثیت ایک مثال کے دنیا بھر کے عوام کے سامنے زیادہ گہری اور موثر تصویر پیش کرتا ہے۔ یہ سوشلزم کی اس بڑھتی ہوئی صلاحیت کا اظہار کرتا ہے کہ وہ اپنے موثر معاشی اقدامات کے ذریعے اپنی عالمی امن اور کشیدگی کم کرنے کی جدوجہد کو زیادہ مضبوط پشت پناہی فراہم کر سکے۔ سوشلسٹ ممالک کو تنہا کرنے کی جنگ سامراج ہار گیا ہے اور اب خود تنہا ہونے سے بچنے کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ ایسی صورتحال میں یہ کہنا مشکل نہیں ہم مستقبل قریب میں ایسے سرمایہ دارانہ نظام کا مشاہدہ کریں گے جو پرامن بقائے باہمی کے اصول پر عملدرآمد اور سوشلسٹ ممالک سے تعلقات استوار کرنے پر مجبور ہوگا۔

کمیونسٹ پارٹی آف سوویت یونین کی ۲۷ ویں کانگریس نے اس حقیقت کی طرف درست طور پر اشارہ کیا تھا کہ بین الاقوامی حالات میں بہتر تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ لیکن جو کسی کم کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا۔ امن کیلئے ہر سطح پر اور موثر طریقے سے کوشش آج بھی ضروری ہیں۔ اقوام متحدہ کے اس نعرہ کو کہ "ہمیں امن برقرار رکھنا ہے اور انسانیت کا مستقبل محفوظ کرنا ہے" کو بلند کرنا ضروری ہے۔ سامراج کی نئی حکمت عملی کا راستہ روکنا اور پچھلے دھکیلنا ہے۔ اور ایٹمی ہتھیاروں سے پاک علاقوں کیلئے جدوجہد کرنا ہے۔

ترقی پذیر ممالک میں ۷۷ کے گروپ کے ممبروں کی تعداد بڑھ کر ۱۲۰ ہوئی ہے۔ یہ سب ممالک مختلف سیاسی نظریات رکھنے کے باوجود نئے بین الاقوامی معاشی نظام (N.I.E.O) (این آئی ای او) پر متفق ہیں۔ سامراجی قرضوں کے لیڑے پن سے اپنے ممالک کے وسائل کو محفوظ کرنے کیلئے یہ ممالک مجبور ہوئے ہیں کہ ان قرضوں کی ادائیگی سے یکسر انکار کر دیا جائے۔ ان ممالک کے وسائل کو سامراج فوجی بجٹ کے تابع رکھنا چاہتا ہے۔ جنوبی ایشیاء اور بحر الکاہل کے علاقہ میں اپنے اڈے قائم رکھنا چاہتا ہے۔ بحر ہند کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک علاقہ بنانے کی مزاحمت کرتا ہے۔ ہندوستان کو اپنے دائرہ اثر میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ افغانستان میں انقلاب دشمن طاقتوں کی مدد کرتا ہے اور خلیج کے علاقہ میں کشیدگی پھیلاتا ہے۔

لیکن یہ ممالک سوشلسٹ ممالک کی بڑھتی ہوئی طاقت کی وجہ سے سامراج سے سودے بازی کی بہتر پوزیشن میں ہیں۔ پاکستان جیسے سامراج نواز ملک کی تجارت بھی سوشلسٹ بلاک سے بڑھ رہی ہے۔ پرائیویٹ سیکٹر کیلئے شراکت داری کی حالیہ سوویت پیشکش اس رجحان کو مزید تقویت دے گی۔

سامراج کے بس میں نہیں کہ ان مثبت رجحانات کو روک سکے کسی ملک کو فرنٹ لائن اسٹیٹ میں تبدیل کرنا تو سامراج کیلئے ممکن ہے لیکن یہ عمل سامراج کی براہ راست مداخلت کی صلاحیت کے محدود ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کے نظریاتی ہتھیار جن میں ہر طرح کی موقع پرستی شامل ہے۔ ناکارہ ہو گئے ہیں۔ سوشلزم کا راستہ اپنانے والے ممالک کے خلاف

سامراج اب صرف پشت سے حملہ کر سکتا ہے۔ یہ تاریخ کے پہیے کو پیچھے نہیں لے جا سکتا۔ نوآبادیت ماضی میں دفن ہو چکی ہے اور اب جدید نوآبادیت بھی تیزی سے ماضی کا حصہ بنتی جا رہی ہے۔

اس صورتحال میں غیر جانبدار تحریک کی ترقی اور مضبوطی فطری عمل ہے۔ درحقیقت یہ اس میں اہم پیش رفت ہوئی ہے کہ محض سامراج مخالف ہونے سے آگے بڑھ کر یہ ممالک سوویت یونین سے مثبت دوستی اور بامقصد تعاون اپنا رہے ہیں۔ غیر جانبدار تحریک کی طاقت کے بل پر وسطی امریکہ کے ممالک نکاراگوا کوسٹاریکا اور ایکوادور سمیت نے امریکی آمرانہ احکامات تسلیم کرنے سے انکار کر کے اپنے مسائل کو آپس کی بات چیت سے حل کرنے پر زور دیا ہے۔

ہمارے علاقے میں بھی بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔ ایران کا شاہ مخالف انقلاب، افغانستان کا ثور انقلاب اور ہندوستان میں سامراجی سازباز کی ناکامی امریکی سامراج کیلئے ایک زبردست دھچکا ثابت ہوئے۔ ہندوستان میں اب بھی جنتا پارٹی اصل حزب اختلاف نہیں ہے بلکہ محنت کش اور سامراج مخالف طاقتیں تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ ہندوستان میں مزید مثبت تبدیلیاں روکنے کی کوششیں میں سامراج اس بات پر مجبور ہے کہ ہندوستان کو مزید عائتیں دے۔ اور ہندوستان کی آزادانہ پالیسیوں کو تسلیم کرے۔ سامراج نے بہرحال ایران، عراق کے درمیان افسوسناک جنگ سے بھی فائدہ اٹھایا۔ اس نے خلیج میں اپنے تیل کے مفادات کے دفاع کیلئے سنٹرل کمانڈ تشکیل دی ہے، جس میں پاکستان کی مسلح افواج کا ایک اہم کردار ہے۔

دیگو گارشیا کے امریکی فوجی اڈے کی مدد کیلئے پاکستانی ساحل پر متعدد معاون اڈے قائم کئے گئے ہیں۔ لیکن امن کی طاقتیں خود کو ایشیائی بحرہند اور بحرالکاہل کے علاقے میں مستحکم کر رہی ہیں۔ برصغیر ہندوستان کی ریاستیں سارک کی تنظیم میں ایک دوسرے کے قریب ہو رہی ہیں۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ افغانستان نے سارک میں شمولیت کے لیے درخواست دے دی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ افغانستان کو بھی اس کا ممبر بنا دیا جائے۔

ہمارا علاقہ پسماندہ ہونے کے ساتھ دنیا کا ایک خاص علاقہ بھی ہے۔ جہاں سامراجی سازشوں نے جو ماضی میں ہوتی آئی ہیں اور آج بھی ہو رہی ہیں، ایک الجھی ہوئی صورتحال پیدا کر دی ہے۔ ہر قسم کی قدامت پرستی، حاکمیت پرستی، بنیاد پرستی اور فرقہ پرستی یہاں موجود ہے اور پھل پھول رہی ہے۔ عربوں اور اسرائیل کا تنازعہ ہے۔ بیروت اور لبنان کی تباہی کی داستان سرحد اور پاکستان میں دہرائی جا رہی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ موافق تبدیلیاں بھی تیزی سے آ رہی ہیں۔ سامراج مخالف تحریک بڑھ رہی ہے، بہت سے ملکوں نے سوشلزم کا راستہ اپنایا ہے۔ خود پاکستان میں حکمران طبقہ کی سامراجی پالیسیوں اور انتہائی رجعت پرستانہ حاکمیت کے باوجود ماضی کی نسبت براہ راست کمیونسٹ دشمنی مشکل ہو گئی ہے کیونکہ علاقہ میں اور ملک کے اندر اس کیلئے حالات موجود نہیں۔ حکومت نہ تو سوشلسٹ لٹریچر بند کر سکتی ہے اور نہ ہی سوشلسٹ اور ترقی پسند نظریات کے فروغ کو روک سکتی ہے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ حکومت پاکستان نے امریکی سامراج کی دھمکیوں کے باوجود خلیج میں مزید فوج بھیجنے سے انکار کر دیا تھا۔ سامراج مخالف اور روشن خیال رجحانات اسلام سمیت تمام مذاہب میں پھیل رہے ہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ ہمارے سامنے ۱۹۷۰ کے بعد سے سیاسی ارتقاء کا پس منظر سوشلسٹ کیمپ کی روز افزوں طاقت قومی آزادی کی پھیلتی ہوئی تحریکیں اور اپنے آپ میں سمٹتا ہوا سامراج ہے۔ جو دوسری مرتبہ سرد جنگ کو موثر بنانے میں ناکام ہو چکا ہے۔ اس پورے عرصہ میں پارٹی دوسرے جمہوریت پسندوں کے ساتھ مل کر جدوجہد کرتی رہی ہے کہ پاکستان کو سنٹرل کمانڈ کا حصہ نہ بنایا جائے۔ پاکستانی فوج کو مغربی ایشیاء میں امریکی سامراج استعمال نہ کر سکے۔ فوجی بجٹ میں اضافے پاکستانی سرزمین پر سامراجی اڈوں۔ افغانستان میں انقلاب دشمن طاقتوں کی مدد، ڈیگو گارڈ کے سامراجی اڈوں اور پاکستان کے خلیج میں بڑھتے ہوئے کردار کے خلاف اور عالمی امن کیلئے ایٹمی ہتھیاروں سے پاک بحرہند اور بحرالکاہل کے علاقوں کیلئے اور پڑوسی ممالک سے خوشگوار ہمسائیگی کی تقویت کے لیے پارٹی جدوجہد کرتی رہی ہے۔

ملکی سیاسی صورتحال

(سیاسی رپورٹ)

بنگلہ دیش میں شکست کے بعد فوجی جنتا اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ براہ راست حکومت کرتے رہنے قابل نہیں رہی لہٰذا وہ بھٹو کو بحیثیت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سامنے لائی۔ جو بعد میں صدر اور وزیر اعظم بنے ۱۹۷۶ء تک فوج نے اپنی قوت دوبارہ حاصل کر لی تھی اور اقتدار پر براہ راست قبضہ کیلئے جوڑ توڑ شروع کر دیا تھا دوسری کانگریس اس صورتحال پر واضح موقف رکھتی تھی اس کی سیاسی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ "بھٹو حکومت کو اس وقت اقتدار دیا گیا تھا جب براہ راست فوجی حکومتوں کا دیوالیہ پن مکمل طور پر بے نقاب ہو چکا تھا لہٰذا یہ فوجی جنتا کے پس منظر میں جا کر بالواسطہ حکمرانی کے عمل کا اظہار تھا۔"

لیکن اس صورتحال میں فوجی کی براہ راست یا بالواسطہ حکومت کے علاوہ اور بھی بہت کو ملوث تھا۔ بھٹو حکومت نے اپنے اساس ابھرتی ہوئی شہری بورژوازی اور دیہی بڑی بورژوازی کی حمایت پر رکھی تھی اور بڑے اجارہ سرمایہ داروں کی سخت مخالف تھی جو ایوب خان کے دور میں پروان چڑھے تھے۔ اور فوجی جنتا سے بڑے قریبی تعلقات رکھتے تھے۔ بھٹو نے بینکوں کو قومی ملکیت میں لے کر ان اجارہ داروں کے لیے بینکوں کے سرمائے کا حصول مشکل بنا دیا۔ ایک اور اہم عنصر یہ حقیقت تھی کہ چونکہ ملک کے اندر بھٹو کی ایک حقیقی مگر ایک محدود اساس موجود تھی لہٰذا سامراج سے بھٹو کی وفاداری مکمل نہیں تھی۔ بھٹو نے نہ صرف شملہ معاہدہ پر دستخط کیے بین الاقوامی معاشی تنظیمی کیلئے آواز اٹھائی تیل پیدا کرنے والے ممالک کو تیل کی قیمتیں بڑھانے کیلئے ہمت دلائی۔ سوشلسٹ ممالک سے تعلقات بڑھانے اور بہت سے بین الاقوامی معاملات مثلاً چلی پر سامراج مخالف موقف اختیار کیا۔ سیاسی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ بھٹو حکومت فوجی ٹولہ اور نوکر شاہی سرمایہ کے مفادات کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ یہ رجعت پسند طبقات میں اور کسی حد تک پٹی بورژوا طبقہ میں اپنی بنیاد کو وسیع کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ تاکہ وہ فوجی ٹولہ کو پردہ کے پیچھے رہنے پر مجبور کر کے اپنے راج کو تسلسل دے سکے۔ صورتحال کا بھرپور تجزیہ کرتے ہوئے سیاسی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ "کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی یہ دوسری کانگریس اس سوچی سمجھی رائے کی حامل ہے کہ بھٹو حکومت کے کردار کو اور حکمران طبقات میں موجود متضاد رجحانات کو اس وقت تک نہیں سمجھا جا سکتا جب تک اس اہم حقیقت کو نظر میں نہ رکھا جائے کہ سامراج بین الاقوامی پیمانے پر پسپائی اختیار کر رہا ہے۔ اور اپنے دست نگر ممالک پر بھی اپنی شرائط مسلط کرنے کی صلاحیت کھو رہا ہے۔ دوسری طرف عالمی معاملات میں سوشلسٹ کیمپ کا اثر پہلے ہی فیصلہ کن حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اور تاریخ کے تعین میں سب سے زیادہ اہم عامل کا کردار ادا کر رہا ہے۔ ان حالات میں سامراج نواز اور سامراج کے دست نگر ممالک تک اپنے آپ کو ایسی پوزیشن میں پاتے ہیں کہ جب بھی ان کے مفاد میں ضروری ہو تو وہ آزادانہ موقف اختیار کر سکیں۔ بھٹو حکومت بھی اگرچہ رجعت پسند طبقات کی حکومت ہے اور سامراج کی دست نگر ہے تاہم وہ بھی ملکی اور بین الاقوامی جمہوری قوتوں کے دباؤ کی مزاحمت کرنے سے قاصر رہی ہے۔ اور اسے ایسے کئی مثبت اقدامات کرنے پڑے جن سے حکمران طبقات اور سامراج کی مخالفت ہو رہی ہے۔ یہ نظر آ رہا ہے کہ سامراج تمام دائیں بازو کی قوتوں کو بھٹو کے خلاف کھڑا کر رہا ہے۔ اور اسی بنیاد پر ہماری پارٹی نے ۱۹۷۳ء میں یہ نعرہ دیا کہ "چہرے نہیں سماج بدلو۔"

بلوچستان میں مینگل حکومت کی برطرفی اور پختونخواہ میں ۱۹۷۴ء میں مفتی محمود کے استعفیٰ کی بنا پر یو ڈی ایف کا عمل قیام میں آیا۔ بلوچستان میں مسلح احتجاج شروع ہوا اور گیارہ فروری ۱۹۷۵ء کو نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی لگ گئی ان واقعات کا تجزیہ دوسری کانگریس کے سیاسی قرارداد میں اس طرح ہے۔ "بھٹو حکومت نے عارضی طور پر سرحد (پختونخوا) اور بلوچستان میں نیپ اور اس کے حلیفوں کو حکومت دے کر چھوٹی قومیتوں کے حقوق کے لیے لڑنے والوں کو سیاسی طور تنہا کر کے قومی اسمبلی میں ایک رجعت

بند دستور پاس کروالیا اس طرح بھٹو حکومت نے ایک طرف تو قومی اسمبلی میں ان قومیتوں کے ووٹوں کو ان ہی کے خلاف استعمال کرنے میں کامیابی حاصل کی اور دوسری طرف مزدور طبقہ اور ملک کی ترقی پسند طاقتوں سے قوم پرستوں کے اتحاد کو کمزور کر دیا اس نے بہت چھوٹی باتوں پر نیپ جے یو آئی حکومتوں کو ہٹا دیا اور بلوچستان کے عوام کے خلاف بڑی فوجی کارروائی کی۔

نیپ کے دائیں بازو کی موقع پرستی پوری طرح ظاہر ہونے اور انہیں کمزور کرنے اور سامراج نواز یو ڈی ایف میں شامل ہونے اور عوام سے کٹ جانے کے بعد نیپ کی بائیں بازو کی طاقتوں نے سامراج مخالف جمہوری مرکز مضبوط کر کے نیپ کو صحیح معنوں میں سامراج مخالف جمہوری پلیٹ فارم بنانے کی کوششیں کیں تو بھٹو حکومت نے نیپ پر پابندی لگا دی۔"

صفحہ ۵۵/۵۴

پارٹی یو ڈی ایف کی مخالف تھی لیکن کھلے طور پر اس کے خلاف نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اس کے حلیف جیل میں تھے لیکن ۱۹۷۶ میں یو ڈی ایف نے سردار عبدالقیوم کی زیر صدارت لاہور کے جلسے میں یہ قرارداد پیش کی کہ عام انتخابات بھٹو حکومت نہیں فوج کی نگرانی میں ہوں۔ تو پارٹی نے اس کی شدت سے مخالفت کی اور قرارداد واپس لینے پر مجبور کر دیا۔ رجعت پسند حلقوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ نیپ کے دائیں بازو کی طاقتوں کو اس وقت تک نہیں جیت سکتے جب تک اسے بائیں بازو کی طاقتوں سے مکمل طور پر علیحدہ نہ کر دیا جائے۔ یعنی یو ڈی ایف کی جگہ پی این اے درکار تھی۔" فوجی جنتا نہ صرف پس پردہ بھٹو حکومت پر دباؤ ڈال رہی تھی بلکہ دائیں بازو کی جماعتوں کو بھی استعمال کر رہی تھی۔ تاکہ عوام کو دی گئی رعائیت چھینی جا سکے۔

(صفحہ نمبر ۵۶)

لہٰذا جب بائیں بازو کو نیپ سے نکال کر ۱۹۷۶ء میں این ڈی پی بنائی گئی۔ تو پارٹی نے اپنے متحدہ محاذ کی پالیسی پر اصرار کرتے ہوئے پروگریسو این ڈی پی بنائی۔ جس نے بعد میں این پی پی کی شکل اختیار کی۔ دوسری جمہوری قوتوں سے آزاد کی صورت میں محسوس کرتے کے باوجود پارٹی ان لوگوں کی دم چھلا پن اختیار نہیں کر سکتی تھی، جو فوجی جنتا اور سامراج کی طرف جھک رہے تھے۔ بھٹو کی مخالفت کرتے ہوئے پارٹی نے کہا کہ "بھٹو حکومت کے مثبت اقدامات عوام کی جیتی جاگتی مراعات ہیں اور ان کا دفاع تمام جمہوری اور قومی ترقی پسند طاقتوں کا فرض ہے حتیٰ کہ نام نہاد حکومت اور نام نہاد جمہوری ادارے بھی عوام کو بڑی قربانیوں کے نتیجے میں حاصل ہوئے ہیں" (صفحہ ۵۷)

اس طرح پارٹی نے ۱۹۷۶ میں ہی فوجی اقتدار کے آثار دیکھ لیے تھے۔

دسمبر ۱۹۷۶ء میں بھٹو نے شاہ ایران سے تہران میں ملاقات کی تہران اس وقت سی آئی اے کا علاقائی ہیڈ کوارٹر تھا بھٹو نے واپسی کے بعد قبل از وقت عام انتخابات کا اعلان کیا اور اس کے فوراً بعد پی این اے بن گئی جو دائیں بازو کا ایسا اتحاد تھا جس میں بائیں بازو کی جماعت دور تک شامل نہیں تھی۔ اس میں بڑی تجارتی سرمایہ دار، جاگیردار اور قدامت پرست طبقہ فوجی بیوروکریسی کٹر مذہبی اور جمہوری طاقتوں کے دائیں بازو کے عناصر جنہیں فوجی جنتا اور سامراج نے اکٹھا کیا تھا شامل تھے۔

پی این اے سے بہت سے ترقی پسند بھی دھوکہ کھا گئے سی او پی اور ڈیک سے اس کی مماثلت محض ظاہری تھی سی او پی اور ڈیک کی مرکزی اور نظریاتی جوڑنے والی طاقت پارٹی تھی جبکہ پی این اے کی ریڑھ کی ہڈی بنیاد پرست انتہائی دائیں بازو کی جماعت اسلامی تھی۔

اس دور میں پارٹی کی لائن پر تھی کہ ایک متبادل جمہوری اور بائیں بازو کا اتحاد بنایا جائے۔ پی این اے کی سخت مخالفت کی جائے اور پی پی پی کی طرف نرم رویہ رکھا جائے۔ اس دور میں سامراج اور رجعت پسندوں نے نہایت منظم طریقے سے پی این اے کی تحریک کو عوام کی وسیع تحریک خاص طور پر شہروں میں ظاہر کرنے اور رنگ دینے کی کوششیں کیں۔

امریکی ڈالر اس تحریک میں سڑکوں پر بہہ رہے تھے انجام سامنے نظر آ رہا تھا۔ مارچ ۱۹۷۷ء کے الیکشن کے چند

ہفتوں کے بعد بھٹو نے کامریڈ نذیر عباسی اور دوسرے طلبا لیڈروں سے جو جیل میں تھے ملاقات کی تاکہ ان کی امداد سے اور تعاون حاصل کیا جا سکے۔ لیکن اس صورت میں جبکہ بائیں بازو کے سیاست دان اور قوم پرست لیڈر بھٹو کی جیل میں تھے۔ بھٹو کی یہ درخواست بہت بعد از وقت تھی۔ بھٹو نے اس موقع پر سوشلسٹ ممالک اور پارٹی کی مدد بھی مانگی لیکن دیر ہو چکی تھی پارٹی نے بھٹو کو ایک خط لکھا جس میں حالات کا تجزیہ کیا اور حل کی نشاندہی کی لیکن ملک کے اندر سامراجی سازشوں کی جڑیں بہت مضبوط تھیں اور جولائی ۱۹۷۷ء میں مارشل لا اپنے پورے تشدد کے ساتھ نافذ ہو گیا۔

۱۹۷۷-۸۳ء، استحکام اور تشدد:

ضیاء حکومت کے آتے ہی پاکستان میں سامراج کی نوآبادیاتی ریشہ دوانیاں بڑھ گئیں بڑا تجارتی سرمایہ دار جسے بھٹو کے قومیانے کے عمل نے کمزور کر دیا تھا پھر مضبوط ہونے لگا۔ قومی ملکیت کے عمل کو بالکل ختم کرنا یقیناً ممکن نہیں تھا لیکن مارشل لاء حکومت نے بہت سی قومیائی ہوئی جائیدادیں واپس کر دیں۔ نئے بینک، اسکول اور ہسپتال پرائیویٹ سیکٹر میں کھولنے کی اجازت دے دی۔ سامراجی سرمائے کے دروازے کھول دیے اور سوشلسٹ ممالک سے تجارت اور تعلقات گھٹانے کی کوششیں کی بیوروکریٹ سرمائے کی پرائیویٹ سیکٹر میں اور فاؤنڈیشن کی شکل میں بہت افزائی کی اس کی حکمت عملی ریاستی سیکٹر کو کمزور کرانا اور مقامی اور غیر ملکی پرائیویٹ سیکٹر پر انحصار کرنا تھی۔

ضیاء حکومت کے دور میں ملک پر غیر ملکی قرضوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا۔ ہمارے زرمبادلہ کی ایک تہائی آمدنی عالمی بینک کے سود میں چلی جاتی ہے۔ عوام کی بہبودی کا وہ کم سے کم معیار جو برطانیہ کے زمانے میں تھا اسے بھی یہ حکومت برقرار نہیں رکھ سکی۔ سرکاری ہسپتالوں میں مفت علاج کی سہولت بھی ختم ہو گئی ہے۔ معیشت پر بین الاقوامی مالیاتی اداروں کا کنٹرول ہے جس سے لوگوں کی مشکلات میں اور اضافہ ہوا ہے۔

ایسی حکومت کبھی بھی آزاد انتخابات نہیں کر سکتی تھی لہٰذا نہ تو ۹۰ دن کے بعد اور نہ ۲ سال کے بعد مارشل لاء حکومت کے اعلانات کے باوجود یہ انتخابات نہ ہو سکے۔ پارٹی نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ اکتوبر ۱۹۷۹ کے شیڈول انتخابات بھی یہ حکومت نہیں کرائے گی۔ اس بنیاد پر پارٹی نے ایک چار نکاتی پروگرام تشکیل دیا جس میں یہ وضاحت کی کہ عوام کا اقتدار اعلیٰ بحال کرانے کیلئے انتخابات کا انعقاد کیسے ہو سکے گا۔ اس میں کہا گیا "موجودہ حکمران طبقوں نے ملک کو معاشی، سیاسی اور سماجی ابتری کی جس دلدل میں دھانس دیا ہے اس سے نکلنے کیلئے انتہائی ضروری ہے کہ حکمران طبقوں جو نہ انتخابات کرا سکتے ہیں اور نہ جمہوریت بحال کر سکتے ہیں کی جبری حکومت محب وطن، محنت کش جمہوری طبقوں کی حکومت سے بدل دیا جائے ایسی حکومت ہی ملک کو سامراجی تسلط سے نجات دلا سکتی ہے۔ ترقی اور خوشحالی کی راہیں کھول سکتی ہے۔ ایسی حکومت ہی حقیقی سیکولر جمہوری نظام قائم کر سکتی ہے اور بالآخر عام انتخابات منعقد کرا کے ایسی قانونی حکومت تشکیل دے سکتی ہے جو عوام کے اقتدار اعلیٰ کی امین ہو۔"

یہ چار نکاتی پروگرام اس یقین کی بنا پر تھا کہ فوجی جنتا سخت دباؤ کے باوجود اپنے آپ عوام کو بامعنی انتخابات کے ذریعے اقتدار منتقل نہیں کرے گی۔ اس پروگرام کا مطالبہ عوام کی ایک ایسی عارضی حکومت تھی جو سامراجی مداخلت ختم کرے ملی جلی معیشت کا راستہ اپنائے اور عام انتخابات کے ذریعے ایک سیکولر قانونی حکومت قائم کرے۔

یہ طویل مدت کا منصوبہ تھا جبکہ فوری مقاصد عوام کے سامنے یہ واضح کرنا تھا کہ مارشل لاء حکومت بامعنی انتخابات نہیں کرائے گی۔

مارشل لا حکومت کا عام انتخابات کو مثبت نتائج کا پابند کرنے سے پارٹی کی لائن کی درستگی ثابت ہوتی ہے۔ کامریڈ جام ساقی نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں چار نکاتی پروگرام کے طویل مدتی مقاصد کو واضح کرتے ہوئے یہ بات کہی کہ ایم آر ڈی کے چار نکات اس پروگرام کا نامکمل عکس ہیں۔

۱۹۷۸ء کا سال افغانستان میں ثور انقلاب کا سال تھا جس نے جغرافیائی سیاسی صورتحال میں مثبت تبدیلیاں پیدا

کیں۔ یہ مثبت تبدیلیاں فروری ۱۹۷۸ میں ایران کے شاہ مخالف انقلاب سے اور زیادہ مضبوط ہوئیں پی این اے کے بارے میں پارٹی کی درست لائن جس کی تصدیق بعد کے واقعات نے کردی۔ پارٹی کو ملکی سیاست کے بڑے دھارے میں لے آئی۔ اس دوران میں فوجی جنتا تنہا ہوتی جارہی تھی۔ لہٰذا پارٹی نے یہ فیصلہ کیا پارٹی اب عوام کے وسیع حلقوں کے ساتھ مل کر آگے بڑھے گی اور تنہا خود لوٹی جنگ نہیں لڑے گی۔ بہرحال اس فیصلے پر عمل نہیں ہو پایا۔ کراچی میں یوم مئی ۱۹۷۸ میں پارٹی کے لوگوں نے ملتان کے مزدوروں کی حمایت میں جلوس نکالا۔ جس میں بہت سے کامریڈ گرفتار ہوگئے۔ پارٹی کی تیسری کانگریس نے اس نقطہ نظر سے اختلاف کرتے ہوئے اسے رد کردیا اور یکم مئی ۱۹۷۸ کے جلوس کا انعقاد درست قرار پایا۔

۱۹۷۸ میں ملک بھر کے صحافیوں کے احتجاج میں پارٹی نے بھرپور حصہ لیا۔ مزدور کسان پارٹی اور قومی محاذ آزادی کے ساتھ نیشنل پروگریسیو پارٹی کی شکل میں عملی اتحاد بنانے سے پارٹی کی تنہا روی ختم ہوئی۔

نئے مارشل لاء کے نفاذ سے کسانوں پر ظلم وستم بہت بڑھ گیا۔ مقامی لڑائیوں کے علاوہ کسانوں کے اپنے حقوق کے دفاع کیلئے تحریک ہشت نگر (پختونخواہ) اور پٹ فیڈر (بلوچستان) میں چلائی۔ پارٹی ہشت نگر میں بہت کم مؤثر ہو پائی۔ لیکن پٹ فیڈر میں اس نے بہت اہم کردار ادا کیا بھٹو حکومت نے پٹ فیڈر میں چھوٹے کھاتہ داروں کو زمین الاٹ کی گئی تھی ۱۹۷۸ میں بڑے زمینداروں۔ اشرافیہ اور سرداروں نے زمین چھیننے اور بٹائی کی پیداوار زبردستی وصول کرنے کی کوشش کی۔ پارٹی نے سندھ اور بلوچستان کے طلباء کسانوں اور ٹریڈ یونین کارکنوں کو ان کسانوں کی حمایت اور جدوجہد میں شریک ہونے پر آمادہ کیا اور تحریک چلائی۔

پٹ فیڈر کے کسانوں نے جدوجہد کا شہرا باب لکھا ہے انہوں نے حملہ آور سرداروں کو منہ توڑ جواب دیا ایک سردار مارا گیا۔ اور اس کے انتقام (بدلہ میں سات کسانوں کا قتل) کے روایتی مطالبہ سے بھی دستبردار ہونا پڑا۔ ان سرداروں کی یہ کوشش بھی ناکام ہوگئی کہ کسانوں کی اس عظیم الشان طبقاتی لڑائی کو روایتی قبیلہ داری جھگڑے کی شکل دی جاسکے۔

پارٹی نے سکرنڈ میں ایک کسان ریلی منعقد کی یہ پہلا پلیٹ فارم تھا جہاں سے بھٹو کی رہائی کی آواز اٹھائی گئی۔ جو اس وقت گرفتار تھے۔ شاہ ایران کے زوال (فروری ۱۹۷۹) کے ساتھ ہی بھٹو کی تقدیر پر مہر لگ گئی۔ کیونکہ اب سامراج بھٹو کو زندہ رکھنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا بھٹو کو ۴ اپریل ۱۹۷۹ء میں قتل کردیا گیا۔

بھٹو کے قتل کے ساتھ ہی مارشل لاء کی یہ ضرورت ختم ہوگئی کہ رجعت پسند وزراء کو اقتدار میں شریک رکھا جائے ۱۹۷۹ء کے دوران پریس اور عدلیہ سمیت تمام اداروں کو مارشل لاء کے تابع کردیا گیا اس بات کی اہمیت کا اظہار کرتے ہوئے کامریڈ جام ساقی نے کراچی کے عدالتی بیان ۱۹۸۳ء میں یہ کہا کہ فوجی اذیت گاہوں سے اس کے زندہ نکل آنے وجہ یہ تھی کہ اس وقت پریس اور عدلیہ نسبتاً آزاد تھے۔ جبکہ کامریڈ نذیر عباسی کے قتل کے وقت پریس اور عدلیہ مکمل طور پر فوجی حکومت کی غلام تھی۔

پارٹی اس زمانے میں مارشل لاء کے خلاف جدوجہد کرتی رہی اور دوسرے طریقوں کے علاوہ پارٹی نے مارشل لاء کے خلاف پمفلٹ بھی تقسیم کیے تاکہ عوام کو مارشل لاء کے خلاف جدوجہد کرنے کیلئے آمادہ کیا جائے اس میں ایک حد تک کامیابی ہوئی۔ لیکن اس کے منفی اثرات بھی برآمد ہوئے۔

ملک کے اندر اس کی بنیادیں سکڑنے اور سامراج کے مقاصد کی تکمیل میں تندہی دکھانے کی وجہ سے مارشل لاء حکومت کیلئے ضروری ہوگیا کہ اپنے اقتدار میں رہنے کا کوئی جواز سامنے لائے ملک کے اندر سماجی معاشی اور سیاسی بحران تیزی سے بڑھ رہا تھا اور مارشل لاء حکومت سماج کی طرف نچلی پرتوں میں ہی اپنے حمایتی تلاش کرسکتی تھی۔ لہٰذا اس نے اپنے ظلم کو قانونی جواز دینے اور سامراجی تجارتی سرمایہ دار

اور ماقبل جاگیری اشرافیہ کی خدمت برقرار رکھنے کیلئے بھرپور طریقے سے اسلام کا نام استعمال کیا۔

مارشل لاء اور سامراج کے خلاف اور جمہوریت کی جدوجہد میں پارٹی کے بڑھتے ہوئے کردار کے پیش نظر مارشل لاء نے پارٹی کو مفلوج بنانے کی کوششیں شروع کر دیں۔۔۔ ۱۹۷۸-۸۱ء کے دوران جب ایم آر ڈی کی تشکیل ہو رہی تھی فوجی جنتا کا تشدد بہت بڑھ گیا تھا۔ این پی پی کے جنرل سیکریٹری افراسیاب خٹک کو حیدرآباد جیل میں اس کی رہائی کے فوراً بعد مالاکنڈ سازش کیس میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس کو دوبارہ ۱۹۷۸ء میں گرفتار کیا گیا بلوچستان این پی پی کے میر وخان مندوخیل کو گرفتار کر کے ملٹری کورٹ میں مقدمہ چلایا گیا۔ کراچی کے بہت سے ساتھی یوم مئی ۱۹۷۸ء کو گرفتار کر لیے گئے۔

تشدد کی زیادہ شدید لہر جام ساقی کی دسمبر ۱۹۷۸ء میں گرفتاری کے ساتھ شروع ہوئی جولائی ۱۹۸۰ء میں پروفیسر جمال نقوی، کامریڈ نذیر عباسی، سہیل ساگی۔ احمد کمال وارثی، شبیر شر، بدر ابڑو اور امر لعل کو گرفتار کر لیا گیا۔ کامریڈ امام علی نازش سیکریٹری جنرل کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کے خلاف جو کیس بنایا گیا۔ اس میں طالب علم لیڈر رنجن کمار اور جبار خٹک کو بھی ملزم بنایا گیا۔ جبار خٹک کو نعیم ایڈوکیٹ کے ساتھ پشاور میں ۱۹۸۱ء میں گرفتار کیا گیا۔ پارٹی کے دوسرے رہنما روپوش ہونے پر مجبور ہو گئے۔ لاہور اور کراچی میں گھروں پر چھاپے مارے گئے۔ اور نہ صرف بخاری اور مشتاق ہاشمی کو پنجاب سے اور زبیر اور نیازی کو کراچی سے گرفتار کیا گیا طالب علم راہنما امداد چانڈیو، شبیر محمد منگریو، محمد خان سولنگی کو ۱۹۸۱ میں گرفتار کیا گیا۔

جبکہ گھنشام پرکاش ۱۹۸۲ء میں گرفتار کیا گیا۔ اس سال کامریڈ تاج کو جماعت اسلامی کے غنڈوں نے شہید کر دیا۔

پارٹی پر اس حملے کی سیاسی اہمیت اور نتائج کا پارٹی نے اپنے ڈاکومنٹ "جائزہ اور خود تنقید" ۱۹۷۷-۸۶ء میں جائزہ لیا گیا اس میں کہا گیا ہے کہ "پارٹی پر حملہ، افغانستان اور شاہ مخالف ایرانی انقلابات کے نتیجے میں خطے میں قوتوں کا توازن امن اور ترقی کی قوتوں کے حق میں ہو گیا ساتھ ہی ساتھ یہ حقیقت کہ ضیاء حکومت خطے میں سامراج کی آلہ کار اور ملک کے عوام کی آرزوں کے قطعی خلاف کام کر رہی ہے عوام پر زیادہ سے زیادہ واضح ہو گئی اس صورتحال نے مزدور طبقہ کی پارٹی کیلئے موافق اور سود مند حالات پیدا کر دیے کہ وہ ملک کی سیاست کے بڑے دھارے کا حصہ بن جائے اپنے کام اور تنظیم کو وسعت دے محنت کش عوام اور جمہوری طبقات یعنی اپنے اتحادیوں کے ساتھ متحدہ محاذ تشکیل دے سامراج اور اس کے پٹھو ضیاء حکومت نے پارٹی کو اس صورتحال سے فائدہ اٹھانے اور اس فریضہ کی تکمیل سے باز رکھنے کیلئے طے شدہ منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے پارٹی پر حملہ شروع کر دیا۔ اس حملہ کا اہم ترین حصہ جولائی ۱۹۸۰ء میں کامریڈ نذیر عباسی اور دوسروں کی گرفتاری کے بعد جام ساقی کیس کے نام سے مشہور ہوا۔"

"اس حملے کے نتیجے میں پارٹی پر شدید اثرات مرتب ہوئے بالائی قیادت کا ایک حصہ جو کئی دہائیوں کا تجربہ رکھتا تھا جیل میں تھا جبکہ ایک حصہ ملک چھوڑنے پر مجبور تھا۔ کامریڈ نذیر عباسی کو شہید کر دیا گیا۔ اور جو حصہ پاکستانی سماج میں رہ گیا تھا روپوش رہ کر کام کرنے پر مجبور تھا۔ اپنے تجربہ کار رفیقوں کی مؤثر شرکت سے محرومی نے پارٹی کو کمزور کر دیا اگرچہ فوجی حکومت کی توقعات کے برعکس پارٹی کو مٹایا نہ جا سکا۔" اس دوران پارٹی کے اندر تحلیل پسندی کا ایک اظہار مارکس رابطہ کمیٹی میں شمولیت کی شکل میں ابھرا۔ اس کمیٹی کی بنیاد یہ تھی کہ ہم ابھی ماقبل پارٹی دور میں ہیں اور اس کی ضرورت ہے کہ مختلف مارکسی گروہ مل کر پارٹی کی داغ بیل ڈالیں۔ جبکہ پارٹی موجود تھی اور اس کی دوسری کانگریس منعقد ہو چکی تھی۔ اور اس کی مرتب کردہ حکمت عملی اور طریقہ کار پر عملدرآمد کرا رہی تھی۔ اس مرحلے پر پارٹی نے دوسرے مارکسی گروہوں کے ساتھ مل کر مارکسی رابطہ کمیٹی کو تشکیل دیا۔ لیکن اس کے فوراً بعد پارٹی میں اس غلط لائن کو درست کرنے کیلئے شدید نظریاتی جدوجہد ہوئی اور بالآخر پارٹی اس رابطہ کمیٹی سے باہر نکل گئی۔

"جام ساقی کیس، موافق معروضی صورتحال جو کہ پارٹی کی ترقی اور

نشوونما کا سبب بنی پہلے ہی پارٹی کے تصور میں تھی اسے ملزم دوستوں نے نہایت ہوشیاری اور چابکدستی سے استعمال کیا۔ انہوں نے فوجی عدالت کو پارٹی اور اس کی سیاست کے پروپیگنڈے کیلئے پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کیا۔ اور اسی طرح پارٹی اور اس کی سیاست کو ملک کے عوام کی نگاہوں میں لے آئے۔ افغان انقلاب اور ایران میں پارٹی کی سیاسی لائن کی درستگی کی وجہ سے جو پارٹی کا وقار بنا تھا اس کے بعد پارٹی اور اس کی سیاست کو مزدور طبقے اور عوام کی جمہوری جدوجہد کے بڑے دھارے میں جگہ دلانے والا سب سے بڑا عنصر یہ کیس تھا۔ سامراج مخالف لیڈروں اور رائے عامہ کے مختلف النوع حصوں نے ملزمان کے دفاع میں پیش ہو کر پارٹی کی سیاست کا دفاع کیا۔ اس کیس اور ایسے ہی دوسرے کیسوں میں عدالتی بیانات ایک نہایت اہم ترقی پسندانہ اور قیمتی پارٹی لٹریچر ہے جیلوں کے اندر بھی بہت سا ترقی پسند اور پارٹی لٹریچر پر تخلیق کیا گیا۔

اکتوبر ۱۹۷۸ء میں جمہوری قوتوں کا ایک کنونشن لاہور میں منعقد ہوا اس موقع پر پارٹی کی تحریک پر طلباء نے اپنی صوبائی تنظیموں کو کل پاکستان تنظیم یعنی اے پی ایس اے میں ضم کیا جو ۱۹۸۲ء میں ڈی ایس ایف میں ضم ہو گئیں سامراجی مداخلت نے ۵۲ء میں اے پی ایس او (آل پاکستان اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن) کو جو ڈی ایس ایف کے بعد بنی تھی توڑا جبکہ اسی خطرے نے طلباء کو اپنی چاروں صوبائی تنظیموں کو جو پی ایف بی ایس میں ڈھیلے ڈھالے طریقے سے شامل تھیں ایک متحدہ مضبوط ڈی ایس ایف میں جمع کر دیا۔

اس دوران پارٹی کا بین الاقوامی تحریک سے رشتہ زیادہ مضبوط ہوا ہے اور بین الاقوامی تعلقات سے پارٹی کو وسیع نقطۂ نظر اپنانے میں بہت مدد ملی۔

۱۹۷۱ء میں ملک میں مایوس ذہنوں نے دہشت کی سیاست کو رواج دیا۔ "موجودہ حکمرانوں کی سیاست نے جن کی طاقت کی بنیاد بندوق کی نالی پر ہے وہ لوگ پیدا کر دیے ہیں جو ان حکمرانوں سے انہی کی زبان میں بات کرتے ہیں۔" (پروفیسر جمال نقوی مجوزہ عدالتی بیان صفحہ ۲۰)

پارٹی نے ان سے ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہوئے بھی جدوجہد کے اس طریقہ کار کو غلط اور ناپسندیدہ قرار دیا۔ جس میں عوام خاموش تماشائی رہتے ہیں اور ساری سرگرمی ہیرو ٹائپ انفرادی دہشت گردوں کے گرد گھومتی ہے۔ اس لیے پی آئی اے کے جہاز کے اغوا کے بعد جام ساقی، جمال نقوی، سہیل سانگی، احمد کمال وارثی اور شبیر شر نے جو جیل میں تھے جلاوطن ہونے سے انکار کر دیا۔ اور مزاحمت سے اس سازش کو ناکام بنا دیا۔

اسی عرصہ میں افغانستان سے ثور انقلاب کے خلاف پاکستان کی سرزمین سے سامراجی مداخلت نے غیر اعلان شدہ جنگ کی حیثیت اختیار کر لی اس خطرناک صورتحال نے جمہوریت پسندوں خاص کر بزنجو اور ولی خان کو پارٹی کے قریب کر دیا۔ یہ پہلے بھی پارٹی کے حلیف تھے حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ ان جمہوریت پسندوں اور پارٹی کے درمیان اس وقت ایسا قریبی اتحاد بن جاتا جس میں این ڈی پی۔ پی۔ این پی اور این پی پی شامل ہوتیں۔ لیکن اس وقت پارٹی لیڈرشپ نے این پی پی کو صرف بزنجو کی پی این پی سے متحد کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ایک چھوٹا قدم تھا۔ لیکن میدان زیادہ وسیع ہو سکتا تھا۔ اگر اس اتحاد میں این ڈی پی بھی شامل ہو جاتی۔

پھر یہ کہ انضمام بزنجو کی شرائط پر تھا۔ جیسا کہ جائزہ اور خود تنقیدی میں کہا گیا ہے۔ پارٹی نے بزنجو کے پیچھے پناہ ڈھونڈنے کا نقطہ نظر ہی سامنے رکھا اور یہ محسوس کیا کہ ان حالات میں کمیونسٹوں کیلئے "اپنے اوپر کچھ پابندیاں عائد کرنا اور کچھ قربانیاں دینا" اور قومی جمہوری انقلاب کی قیادت سے سرمایہ داروں کے حق میں دستبردار ہو جانا۔ ضروری ہے اور جیسا کہ جائزہ اور خود تنقید میں کہا گیا ہے کہ اس بات کو قطعی نظر انداز کرتے ہوئے کہ آج کے دور میں بورژوازی، سرمایہ دارانہ جمہوریت کیلئے جدوجہد کی راہنمائی کرنے کی بھی نااہل ہے اسے بھی نظر انداز کیا گیا کہ کسی بھی جمہوری محاذ، اتحاد یا انضمام کی کامیابی کی لازمی شرط اس میں کمیونسٹوں

کی شمولیت ہے اور یہ بات بھی کہ ایک قوم کا قوم پرست دوسری قوم کے قوم پرست کے بارے میں متعصبانہ رویہ رکھتا ہے ان حالات میں این پی پی کا پی این پی سے انضمام پارٹی لیڈر شپ میں دم چھلا پن اور دستبردار ہونے کے رجحانات کا آئینہ دار تھا۔

ایم آر ڈی کی تشکیل ۱۹۸۱ء میں ہوئی اس تحریک کی پہلی لہر کو دہشت پسند لیڈروں کی پی آئی اے کا جہاز اغوا کرنے کی سرگرمی نے دبا دیا۔ جہاز کے اغوا کا وقت اور سرگرمیوں کا یہ رخ بتاتا ہے کہ اس میں سرکاری انٹیلی جنس ایجنسیوں کا ہاتھ تھا کیونکہ اسے سب سے زیادہ فائدہ مارشل لاء حکومت نے اٹھایا۔ ایم آر ڈی کی تحریک اس طرح ایک سال تک شروع نہیں کی جا سکی۔

۱۹۸۳ء میں ایم آر ڈی کی تحریک شروع ہوئی پارٹی میں دم چھلا پن کی لائن پوری طرح حاوی ہو چکی تھی۔

جائزہ اور خود تنقیدی میں اس صورتحال پر حسب ذیل تبصرہ ہے:

ضیاء کے ۸۳ء کے سیاسی ڈھانچے پر سرکولر:

متذکرہ سرکولر کی روح یہ ہے کہ ضیاء نے جمہوریت بحال نہیں کی یہ بالکل درست بات ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ۱۹۸۳ء میں کون اس فریب میں مبتلا تھا کہ ضیاء کوئی جمہوری مراعات دے گا۔ یا کم سے کم پارٹی اس فریب میں نہیں رہ سکتی تھی جس نے ۱۹۷۸ء میں یہ کہہ دیا تھا کہ پاکستان میں سامراج نواز قوتیں نام نہاد جمہوریت بھی بحال نہیں کر سکتیں۔ حکمران طبقوں کی حزب اختلاف کے عناصر بھی اس فریب میں نہیں تھے۔ کیونکہ ایم آر ڈی نے اپریل ۱۹۸۳ء میں اعلان کر دیا تھا کہ وہ ۱۴ اگست ۱۹۸۳ء سے بحالی جمہوریت تحریک چلائے گی۔ اس وقت جماعت اسلامی اور دوسرے بچھڑے ہوئے عناصر ہی ضیاء کے آلہ کار تھے۔ اس طرح اس وقت پارٹی سماج کے ہراول اور آگے بڑھتے ہوئے حصوں کی بجائے پسماندہ اور بچھڑے ہوئے حصوں سے مخاطب تھی۔ پھر یہ کہ سرکلر میں اس وقت (اگست ۱۹۸۳ء میں) عوام کے ذہنوں میں موجودہ سیاسی سوالوں جیسا کہ اگست کال کا پس منظر اور مستقبل کے امکانات پر خاموش ہے:

تحریک بحالی جمہوریت

پارٹی کی مجموعی لائن کہ ایم آر ڈی کی تحریک کی تائید کی جائے اور پارٹی اس میں شرکت کرے گی بالکل درست لائن تھی لیکن ۱۹۸۷ تک پارٹی کو چاہیے تھا کہ ایم آر ڈی کے پروگرام کی ایسی غیر جمہوری شقوں کے خلاف مہم چلائے جس کی مدد سے ایم آر ڈی نے اپنے دروازے ملک کی تمام جمہوری اور وطن دوست قوتوں اور عناصر پر کھولنے کی بجائے ایک بند کلب بن کر رہ گئی تھی اس کے علاوہ پارٹی کو چاہیے تھا کہ پی این پی کی ۱۹۸۳ء کے اوائل میں ایم آر ڈی میں شرکت کیلئے کوشش کرتی مگر اپنے غلط تجزیے کی وجہ سے پارٹی اس وقت بھی تیار نہ تھی جبکہ ایم آر ڈی نے تحریک شروع کر دی اس کے علاوہ تحریک کے ابتدائی مراحل میں پارٹی کے اخبار میں یہ لائن لگائی کہ ایم آر ڈی پر کھل کر تنقید کرتے ہوئے تحریک میں شرکت کی جائے۔ یہ لائن واپس لے لی گئی۔ تاہم تحریک کے بعد کے مرحلوں میں پارٹی نے اہم کردار ادا کیا اور اسے سامراج رنگ دیا۔

پارٹی اس پر فخر محسوس کرتی ہے کہ تمام ساتھیوں نے ہر طرف پر اس تحریک میں بھرپور شرکت کی جو اس تحریک کو امریکی پرچم جلا کر اور نعروں سے مخالف سامراج رنگ دینے کے ذمہ دار تھے پارٹی نے مزدور محاذ پر اپنی کمزوری کو پورا کرنے کیلئے ہاری کمیٹی میں اپنی طاقت کو سامراج مخالف جدوجہد میں استعمال کیا۔ کسانوں عورتوں نے بھی بڑے جلوس نکالے۔

ایم آر ڈی تحریک کے بعد کے دور میں پارٹی نے یہ غلط لائن اختیار کی کہ جمعیت العلمائے پاکستان اور جماعت اسلامی کو شامل کر کے ایم آر ڈی کو مضبوط کیا جائے (جائزہ

اور خود تنقید صفحہ ۶ پر اس پر تبصرہ کیا گیا ہے، بعد میں یہ لائن سرخ پرچم ۱۹۸۴ء تبدیل کی گئی۔ لیکن صرف کاغذ پر عملاً نہیں۔

پارٹی کی تحریک بحالی جمہوریت میں شمولیت کی درخواست پر ایم آر ڈی نے ۱۹۸۸ء کے انتخابات کے چند ماہ قبل اپنے کراچی کے اجلاس میں غور کیا اور ممبر شپ کی درخواست اس بنا پر رد کر دیا کہ پارٹی قوموں کے حق خود ارادیت بشمول علیحدگی کے حق کا مطالبہ کرتی ہے اور ملک کو وفاق کی بجائے رضا کارانہ یونین بنانے کی بات کرتی ہے جو تحریک بحالی جمہوریت کو قابل قبول نہیں تھی۔

ایم آر ڈی کا پورا جائزہ لینا یہاں ممکن نہیں ہے یہ کہنا کافی ہے کہ ایم آر ڈی حکمران طبقوں کے حزب اختلاف کا قبضہ تھا جو ۱۹۷۳ء کے دستور میں ضیاء الحق کی ترمیم کے خلاف تھا۔ لیکن اس بات پر محتاط تھے کہ ان کی یہ مخالفت عوامی تحریک کا رنگ اختیار نہ کر سکے۔ ان کا مقصد اقتدار میں شرکت کرنا اور ان کی سیاست صورتحال کو جوں کا توں رکھنے کی سیاست تھی۔

ایم۔ آر۔ ڈی تحریک کے بعد کا دور

ایم آر ڈی کی تحریک ملک کو فوجی جنتا سے نجات نہ دلا سکی لیکن اس نے نہایت گہرے نقوش چھوڑے اور یہ واضح کر دیا کہ عوام اب فوج کی ننگی حکمرانی برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں لہٰذا جعلی جمہوریت جعلی ریفرنڈم، جعلی اسمبلیاں اور نام نہاد سول حکومت یہ سب ایم آر ڈی کی تحریک ۱۹۸۳ء کے نتائج تھے۔

خواتین اسلامی نظام اور مارشل لاء کی سب سے زیادہ شکار ہوئیں مارشل لاء کے پورے دور میں عورتوں نے طبقاتی اور تعلیمی امتیاز سے بالاتر ہو کر بنیاد پرستی کے خلاف بھرپور جدوجہد کی عورتوں کے حقوق کی پامالی تشدد، کوڑے اور ظالمانہ قوانین کے خلاف خواتین کا احتجاج مسلسل جاری رہا خاص کر ۸۴ء ۱۹۸۵ء میں عورتوں کو دوسرے درجہ کا شہری بنانے کے خلاف، انجمن جمہوریت پسند خواتین، ویمن ایکشن فورم (ویف) حتیٰ کہ ایوا نے احتجاجی جلوس نکالے۔

ڈی ایس ایف نے ۸۴ء تک خاصی ترقی کی لیکن اس کے بعد پارٹی میں تقسیم اسٹوڈینٹس یونینوں پر پابندی اور حکومت کے دوسرے طلباء مخالف اقدامات کے نتیجہ میں اس کی رفتار سست رہی بہرحال ان کا بین الاقوامی نعرہ "تعلیم ہمارا حق ہے نا کہ عادت" بہت مقبول ہوا جماعت اسلامی اور افغان مجاہدین نے ڈی ایس ایف کا پنڈی کنونشن ٹھیک سے منعقد نہیں ہونے دیا اسی کے اگلے سال اس کا لاڑکانہ کنونشن حکومت کے حواریوں نے سبوتاژ کیا۔

اسی دوران متعدد بڑی ہڑتالیں اور عوام کی اجتماعی سرگرمیاں سامنے آئیں جن میں مزدور کسان، ڈاکٹرز سوں، کلرک، وکلاء اور اساتذہ وغیرہ نے حصہ لیا۔ ان میں اہم کردار ریلوے ورکرز کی ہڑتالیں ۱۹۸۴ء اور پنجاب اور سندھ کے اساتذہ کی ہڑتالیں تھیں اس عرصہ میں پارٹی نے بائیں بازو کی آزاد ٹریڈ یونینوں، فیڈریشنوں کو ایک تنظیم میں سمونے کی کوشش کی ڈیموکریٹک لیبر فیڈریشن کے مینوفیسٹو پر ۱۹۸۵ء میں دستخط ہوئے لیکن کچھ آزاد فیڈریشنوں کی موقوپرستی اور پارٹی میں مفلوج ہونے کی کیفیت کی بنیاد پر ٹھیک سے تشکیل نہ پا سکی۔

سامراجی حکمت عملی کی صورت حال یہ تھی کہ تحریک کو ایک صوبہ میں محدود رکھ کر دوسرے صوبوں کو اس کے خلاف کھڑا کیا جائے قومی مسئلہ جو کہ پاکستان میں ہمیشہ سے ہی شدید تھا، شدید تر ہو گیا لیکن اس طرح کہ قومی حقوق اور جمہوری حقوق کی جدوجہد کے دھارے الگ الگ رہے قوموں کی عدم مساوات جو سامراجی قوتوں کو آپس میں لڑانے کے لئے پیدا کرتا ہے اور بڑھاتا ہے نے جمہوری لڑائی کو کمزور کر دیا۔

کنفڈریشن کے حامی گروپ کا ظہور بھی اسی دوران ہوا جو تینوں قومیتوں کو پنجاب کے خلاف کھڑا کرتا ہے اور فیصلہ نہیں کر پا رہا ہے کہ قومی حقوق سامراج اور جی ایچ کیو سے مل کر حاصل کرے یا عوام کو اس کے حصول کے لئے منظم کرے ایم آر ڈی اس مسئلے کا نوٹس لینے پر مجبور تھی اور اس نے یہ فیصلہ کیا کہ بحالی جمہوریت کے بعد قومی حقوق کی مقدار میں اضافہ کیا جائے۔

مہاجر قومی موومینٹ۔ ایم کیو ایم نے بھی اس دوران تشکیل پائی سندھ کے بیشتر مہاجر پاکستان بننے کے ۴۰ سال بعد پاکستان کی

پیدائش ہیں ان کے مفادات سندھ کے لوگوں کے مفادات سے ہم آہنگ ہیں لیکن ثقافتی طور پر سندھ کا حصہ نہیں اب انہیں مہاجر ہونے کا احساس دلایا جارہا ہے۔ تاکہ سندھ میں یہ پھوٹ ڈالنے کا کردار ادا کرکے جمہوری تحریکوں کو کمزور کرسکیں ان میں زیادہ تر شہری ہیں۔

۱۔ سندھ کی دیہی آبادی سے تضاد بھی رجعت پسندوں کو فائدہ دیتا ہے۔

ایم آر ڈی تحریک کے نتیجے میں ضیاء ٹولہ یہ ظاہر کرنے پر مجبور ہوا کہ وہ عوام کو رعایتیں دے رہا ہے اور جمہوریت بحال کر رہا ہے اس نے جمہوریت کی ابتدا ۱۹۷۳ء کے دستور کو توڑ کر زیادہ رجعت پسند بنا کر اور ایسی ترمیم کرنے سے کی جس کے تحت ایک فوجی صدر کا عہدہ بھی ساتھ رکھ سکتا ہے اس نے ۸۴ء میں ریفرنڈم کیا جس میں سوال یہ تھا کہ کیا لوگ اسلام چاہتے ہیں ؟ اگر چاہتے ہیں تو جنرل ضیاء خود بخود صدر منتخب ہو گئے اس قسم کی ترکیبوں سے کوئی بے وقوف نہیں بن سکتا تھا۔ ایم آر ڈی نے ریفرنڈم کا بائیکاٹ کیا اور ساتھ ہی غیر جماعتی انتخابات کا بھی فوجی جنتا نے جمہوریت کے اس ڈرامے کے ساتھ

دہشت گردی، بموں کے دھماکے بھی کئے تاکہ عوام متحد نہ ہو سکیں نسلی، مذہبی اور فرقہ وارانہ مخالفت کو بڑھا دیا گیا یہ فسادات خاص طور پر کراچی میں اتنے بڑے پیمانے پر ہوئے کہ کراچی بیروت معلوم ہونے لگا دونوں جگہ ان فسادات کی سرپرستی ایک ہی طاقت یعنی امریکی سامراج کرتا ہے۔

پارٹی نے اپنے نظریات اور سیاسی غلطیوں کو وسط ۱۹۸۵ء میں سہ رخی پالیسی اختیار کرکے ٹھیک کیا اس نے فیصلہ کیا کہ ایم آر ڈی کو مضبوط بنایا جائے۔ پہلا رخ۔ جمہوری محاذ کو وسیع کیا جائے۔ دوسرا رخ:۔ عوام میں اپنے بیس کو وسیع کیا جائے۔ تیسرا رخ یہ ہے۔

لیکن جیسا کہ جائزہ اور خود تنقیدی سے ظاہر ہے یہ انحرافات نہ صرف باقی رہے بلکہ ان میں اضافہ ہوا جس کے نتیجے میں پارٹی سے وہ عناصر علیحدہ ہو گئے۔ جو پارٹی کی سیاسی اور تنظیمی لائن ماننے کو تیار نہ تھے۔

چونکہ حکومت ۱۹۸۶ء جنوری میں قائم ہوئی تھی ۸۶ء کے ابتدائی دنوں میں ہی ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس کراچی میں منعقد ہوئی بعد ازاں لاہور میں عالمی پنجابی کانفرنس اور پشاور میں عالمی پشتو کانفرنس کا انعقاد بھی ہوا جس میں وسیع شرکت اور واضح سیاسی لائن نے ملک میں پارٹی کی مقبولیت اور بائیں بازو کے خیالات پھیلنے کی نشاندہی کی۔ جام ساقی کیس کے دوسرے اسیروں کی رہائی کے بعد جام ساقی کو دسمبر ۱۹۸۶ء میں رہا کیا گیا کامریڈ جام ساقی کے پنجاب اور سندھ کے دورے نے پارٹی کی ملک بھر میں مقبولیت کی نشاندہی کی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار کسی کمیونسٹ لیڈر کا ایسا استقبال کیا گیا اور اتنے بڑے مجمع میں سنا گیا۔

۱۹۸۶ء میں بے نظیر بھٹو پاکستان آئیں بے نظیر کا استقبال پورے ملک میں ہر جگہ لاکھوں لوگوں نے کیا پارٹی نے جون ۱۹۸۶ء میں اس والہانہ استقبال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگوں کی سماجی تبدیلی کی خواہش کا اظہار ہے۔

پارٹی کی ایسی کوششوں کے نتیجے میں کہ سامراج مخالف محاذ وسیع کیا جائے ۲۶ جولائی ۱۹۸۶ء کو عوامی نیشنل پارٹی کی تشکیل ہوئی لیکن جیسا کہ ۱۲ اگست ۱۹۸۶ء کے سرکلر میں کہا گیا ہے کہ اس کی تشکیل میں یہ خامی رہ گئی ہے کہ سامراج مخالف پارٹیوں کا اتحاد بنانے کی بجائے یہ چار پارٹیوں کا انضمام بن گیا۔

اے این پی کے تشکیل کے عمل اور بعد کے واقعات نے واضح کر دیا کہ اے این پی بننے کے بعد سامراج مخالف محاذ کمزور ہوا جبکہ حکمران طبقہ کا سامراج نواز اتحاد مضبوط ہوا

پارٹی نے اگست ۸۶ء میں ایم آر ڈی کی ایک کمزور جدوجہد کی بھرپور حمایت کی پارٹی نے یہ مہم چلائی کہ حکومت پاکستان کو افغانستان سے براہ راست بات چیت کرکے مسائل کو حل کرنا چاہیئے۔

۲۸ اپریل کو پارٹی اور وطن دوست انقلابی پارٹی سے مشترکہ طور پر طے کیا کہ " پاکستان کے محنت کش اور جمہوری عوام کی لڑائی میں ہم اپنی جدوجہد کو ایک دوسرے سے تعاون اور اتحاد سے آگے بڑھائیں گے " دونوں پارٹیوں کے اتحاد کا نتیجہ سندھ میں کسان محاذ پر بڑھتی ہوئی سرگرمیوں میں نظر آتا

شروع ہوا۔

۱۹۸۷ء کے وسط میں پارٹی نے سندھ میں تمام قومی دھاروں کے اتحاد میں بھرپور شرکت کی لیکن کچھ حلقوں کی تنگ نظر قوم پرستی اور کمیونسٹ دشمن لائن کی وجہ سے اس اتحاد سے علیحدگی ہوگئی۔

سندھ میں قومی شاؤنزم کے خطرے کے پیش نظر ۱۹۸۸ء میں پارٹی نے سندھ قومی اتحاد میں اس شرط پر شرکت کی کہ وہ فرد تنظیم یا گروہ جو اس کے پروگرام کی تائید کرتا ہے خواہ وہ کوئی بھی زبان بولتا ہے اس کا ممبر بن سکتا ہے۔ سندھ قومی اتحاد کے وجود میں آنے سے سندھ میں لسانی بلوؤں کی فضاء میں خاطر خواہ کمی آئی۔

۱۹۸۸ء کے انتخابات سے پہلے پارٹی نے ایس این اے میں یہ طے کروایا کہ وہ انتخابی پلیٹ فارم نہیں ہے۔ مگر بے نظیر حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد ایس این اے نے جمہوری حکومت کے خلاف موقف اختیار کیا اور ایس این اے کے تمام اجزاء کو ضم کر کے نئی پارٹی کے قیام کے عزم کا اظہار کیا۔ پارٹی چونکہ ان دونوں باتوں کے خلاف تھی۔ اس لئے ایس این اے سے اس نے علیحدگی اختیار کر لی

پارٹی میں جن لوگوں نے اپنی غلطیوں پر اصرار کیا اور خود کو پارٹی ڈسپلین کا پابند رکھنے پر تیار نہیں ہوئے انہیں پارٹی سے نکال دیا گیا جس کی وجہ سے ۱۹۸۷ء کا آخر اور ۱۹۸۸ء کا شروع کا عرصہ پارٹی کی نئے سرے سے تنظیم کی نذر ہوگیا کچھ نیک نیت لوگوں نے پارٹی میں ان لوگوں کو دوبارہ لانے کوشش کی پارٹی نے اصولی موقف اختیار کیا کہ جو بھی پارٹی کے اصولوں کی پابندی کرے گا اس کے لئے پارٹی کے دروازے ہمیشہ کھلے ہیں اور پارٹی نے مصالحت کرنے کی کوشش کرانے والے دوستوں سے تعاون کیا لیکن اس میں کوئی پیش رفت نہیں ہوسکی پارٹی دشمن عناصر پارٹی کی عوامی تنظیموں کو تقسیم کرنے میں بھی کسی حد تک کامیاب ہوئے سندھ ہاری کمیٹی کو تیمر میں تقسیم کیا گیا اور .....

..... ڈی ایس ایف کو نومبر ۱۹۸۷ء میں پارٹی نے مجبوراً تادیبی کاروائی کرتے ہوئے کچھ ممبران کو نکال دیا کچھ کو معطل کیا اور فارن کمیٹی کو ختم کر کے اس کی جگہ نئی کمیٹی تشکیل کی۔

ڈی ایس ایف نے تعلیمی بجٹ میں اضافے کے لئے جون ۱۹۸۷ء میں مہم چلائی۔ آبادی کے دوسرے حصوں خاص طور پر پنجاب کے بزنس سرکلز نے بجٹ کی عوام دشمن ماہیت کے خلاف احتجاج کیا لیکن کوئی مربوط اور منظم مہم نہیں بن سکی سندھ میں فوجی چھاؤنیاں بنانے کے خلاف دسمبر، جنوری ۸۶ء میں ایک مہم چلائی۔

اکتوبر ۱۹۸۷ء میں عوامی نیشنل پارٹی کی لیڈر شپ نے کمیونسٹ دشمن کا موقف اختیار کیا ملک کے اندر سیاسی فضا میں دائیں بازو کا رنگ زیادہ نمایاں ہوا جمہوری جدوجہد کی سیاست کی جگہ اقتدار میں حصہ حاصل کرنے کی سیاست اور کانفرنسوں نے لے لی۔

جام ساقی کیس میں ملوث شبیر شر، احمد کمال وارثی کو ۱۷ دسمبر ۱۹۸۷ء کو رہا کیا گیا دسمبر کے آخر میں مزدور تنظیم کا قیام طے پایا۔ جو آل پاکستان ٹریڈ یونین آرگنائزیشن کے نام سے تشکیل پائی۔

پرسٹرائیکا اور گلاسنوسٹ کی پالیسی نے عالمی سیاست بین الاقوامی کمیونسٹ اور مزدور تحریک پر گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ اس اعتبار سے سویت یونین کی ۱۹ ویں پارٹی کانفرنس کے فیصلے ایک تاریخی سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے سویت سماج میں گہری مثبت تبدیلیوں کو تیز کیا گیا اور سویت خارجہ پالیسی کو نئی جہتیں عطا کیں جس کے نتیجے میں دنیا سے ایٹمی جنگ کا فوری خطرہ ٹل گیا اور سرد جنگ کے اثرات بھی بہت کم ہوگئے ہیں۔ دور مار میزائیلوں کی تباہی کے لئے سویت یونین امریکہ معاہدے کے بعد یورپ سے درمیانی مار کے میزائیلوں کے خاتمے کے لئے مذاکرات، مشرقی یورپ اور منگولیا سے سویت یونین کے فوجوں کے یکطرفہ انخلاء نے سرمایہ دار دنیا کو پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے سویت یونین خارجہ پالیسی کی حقیقت پسندانہ نئی سوچ نے سویت چین تعلقات کی بہتری کے لئے بھی راستے کھول دیئے ہیں اور اس ضمن میں کامریڈ گورباچیف کے ۳۰ سال کے بعد مالیہ دورہ چین نے نہایت مثبت ثمرات دیئے ہیں۔

ہمارے دور کا ایک اہم مظہر سائنسی و تکنیکی ترقی ہے جس نے اگر ایک طرف انسان کی تخلیقی قوتوں کے استعمال کے لئے وسیع میدان فراہم کئے اور پیداواری قوتوں کو ترقی کے انتہائی اعلیٰ معیار پر پہنچا دیا ہے۔ تو دوسری طرف جدید ترین تباہ کن بیکٹیریائی اور کیمیائی ہتھیاروں کی تیاری کو ممکن بنا کر دنیا کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا ہے ان حالات میں کمیونسٹوں کی اولین ذمہ داری اس ترقی کے تباہ کن پہلو کو ختم کرتے ہوئے اسے انسانیت کی خدمت کے ہتھیار میں بدلنا ہے بین الاقوامی تعلقات کے اندر پیرسٹرائیکا اور نئی سوچ سے مراد انہی مقاصد کا حصول ہے ایٹمی جنگ کے خطرے نے آبادی کے وسیع حصوں کو امن کی جدوجہد میں شرکت پر مجبور کر دیا اور اس میں آج کمیونسٹ کے ساتھ بہت سی دوسری سماجی قوتیں اور طبقے حصہ لے رہے ہیں سائنس و ٹیکنالوجی نے بہت سے سماجی مسائل کو بھی شدید کر دیا ہے۔

آج ترقی پذیر ممالک میں بالخصوص اور خود ترقی یافتہ سرمایہ دار ممالک کے اندر بھی غربت، افلاس بیروزگاری، مہنگائی اور افراط زر میں اضافہ ہوا ہے جس کی نسبت سے مزدور طبقے اور دوسرے محنت کشوں کی لڑائی میں شدت آ رہی ہے آج جدوجہد کے ان مختلف دھاروں کو طبقاتی جدوجہد کے ساتھ مربوط کرنا کمیونسٹوں کا اہم فریضہ ہے

سویت یونین کی امن پہل کاری کے نتیجے میں پاکستان اور افغانستان کے درمیان جنیوا معاہدے پر دستخط ہوئے اس معاہدے کے لئے ملک کی بیشتر پارٹیوں نے جونیجو حکومت پر دباؤ ڈالا تھا۔ اس کے بعد سویت افواج افغانستان سے واپس چلی گئیں۔ امریکی سامراج اور پاکستان کے فوجی حلقوں کی حمایت یافتہ بنیاد پرست اور رجعتی قوتوں کے بھرپور حملوں کے باوجود افغانستان کی پارٹی اور حکومت نہایت جواں مردی اور کامیابی سے اپنے ملک اور انقلابی حاصلات کا دفاع کر رہی ہیں۔

امریکہ میں کے مفادات میں پاکستان کی اس ننگی جارحیت نے نہ صرف اس خطے کے امن کو خطرے میں ڈال دیا ہے بلکہ خود پاکستان کی سلامتی کو بھی خطرہ ہے اور اسے داؤ پر لگا دیا گیا ہے جس کے نتائج اوجڑی کیمپ، کلاشنکوف اور ہیروئن کلچر کی شکل میں اسامنے آ رہے ہیں ہم نام نہاد مہاجرین کے خلاف افغانستان کے عوام اور پارٹی کی دلیرانہ جدوجہد میں ان کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کرتے ہیں اور ہر قسم کی مداخلت کے فوری خاتمہ کا مطالبہ کرتے ہیں

ایران کے شاہ مخالف اور سامراج دشمن انقلاب کی باگ ڈور بنیاد پرست قوتوں کے ہاتھوں میں آ گئی ہے جنہوں نے انقلاب کی حقیقی روح کو مسخ کر دیا ہے اور عوام کے سماجی و معاشی مسائل کو حل کرنے کے بجائے اپنا پورا زور جمہوری اور ترقی پسند قوتوں کو کچلنے پر صرف کر دیا ہے جس کا خصوصی نشانہ تودہ پارٹی اور فدائین خلق (اکثریت) بنے۔ ایرانی بنیاد پرستوں کی پرتشدد پالیسی ابھی تک جاری ہے جس کی ہم بھرپور مذمت کرتے ہیں۔

ایران عراق کے درمیان طویل جنگ نے امریکی سامراج کو اس خطہ میں مداخلت کا موقع فراہم کیا جس سے پورے خطے اور عالمی امن کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ اقوام متحدہ، سویت یونین اور عالمی امن قوتوں کا مشترکہ مساعی کے نتیجے میں اس جنگ کو بند کرانے میں کامیابی حاصل ہوئی اس نے ایک بار پھر ثابت کر دیا کہ آج کے دور میں جنگ کے ذریعے مسائل کو حل نہیں کیا جا سکتا ہے اور ان کا واحد اور مثبت حل سیاسی مذاکرات ہیں جس کی واضح مثالیں انگولا سے کیوبن فوجوں اور کمبوچیا سے ویت نامی فوجوں کی واپسی اور نمیبیا کی آزادی ہے۔

فلسطینی عوام کی جدوجہد نے اس دور میں نئے راستے اختیار کئے ہیں اور نہتے پرامن فلسطینی باشندوں نے اسرائیلی فوجی مشینری کو بے بس کر دیا ہے آج اسرائیل پوری دنیا میں تنہا رہ گیا ہے اور اس کا قریبی حلیف امریکہ بھی "پی ایل او" کے ساتھ بات کرنے پر مجبور ہو گیا ہے جلاوطن فلسطینی ریاست کے قیام نے فلسطینی عوام کی جدوجہد کو نیا حوصلہ اور عزم بخشا ہے اپنے آزاد وطن کا حصول آج ان کے لئے زیادہ حقیقی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔

ہمارے برصغیر کے ممالک کے درمیان تعلقات پر سارک تنظیم کے قیام نے خوشگوار اثرات مرتب کئے ہیں جس سے نہ صرف

اس علاقے میں کشیدگی کو کم کرنے میں مدد ملی ہے بلکہ ان ممالک کے درمیان معاشی، سیاسی اور ثقافتی تعاون کے فروغ کے امکانات روشن کر دیئے ہیں ان ممالک کے درمیان برادرانہ تعلقات اور باہمی تعاون کی وسعت کے لئے یہ تنظیم سب سے موثر کردار ادا کر سکتی ہے۔

جنرل محمد ضیاء الحق مارشل لاء کا دور ترقی پسند اور جمہوری قوتوں خصوصاً پارٹی کے لیے بہت کٹھن اور اذیت ناک دور تھا اگست ۱۹۸۸ء میں فوجی آمریت نے عوام کے دباؤ کے تحت عام انتخابات کرائے جس کے نتیجے میں سول گورنمنٹ برسر اقتدار آئی۔ ملک میں سیاسی قوتوں کی تقسیم پی پی پی اور آئی جے آئی کی شکل میں سامنے آئی ملک کی ترقی پسند قوتیں کوئی واضح سیاسی نعم البدل تشکیل نہ دے پائیں ملک کے ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں پارٹی نے اپنے امیدوار جام ساقی کو قومی اسمبلی کے لئے نامزد کیا تھا مگر اس کے لئے نہ تو مناسب انتخابی تیاری ہو سکی اور نہ ہی مناسب حلقہ انتخاب چنا جا سکا جس کی بنا پر انتخابات میں شرکت سے متوقع مقاصد حاصل نہ ہو سکے۔ پارٹی ان انتخابات کے سلسلے میں اپنے ایک سرکلر کے ذریعے خود تنقید کر چکی ہے سیاسی حکومت کے قیام کے باوجود سابقہ فوجی حکومت کی بہت سی پالیسیاں بدستور برقرار ہیں، خصوصاً افغانستان میں مسلح مداخلت اور بنیاد پرست حکومت کے قیام کی کوششیں۔ بہرصورت پی پی پی کو اقتدار کی جزوی منتقلی نے بھی ملک کی سیاسی فضا میں جمہوریت کی لہر دوڑا دی ہے۔ جسے مارشل لاء کے پروردہ آئی جے آئی کے بنیاد پرست اور رجعتی عناصر ختم کرنے کی فکر میں ہیں اور مارشل لاء کے از سر نو نفاذ کے لئے بلوچستان مرکز، پنجاب مرکز تنازعہ اور سندھ کی صورتحال کو استعمال کرتے ہوئے کوشاں ہیں آج کی سنگین صورتحال میں جمہوریت کے تحفظ کا مشن اہم حیثیت کا حامل ہے پارٹی نے اپنے اتحادی طبقوں کو مزید منظم کرنے کیلئے انقلابی جمہوری پارٹی کے ذریعے مدد کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکی

ملک کی ترقی پسند قوتوں نے نئی صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے اتحاد کے لئے پیش رفت کی اور لیفٹ اینڈ ڈیموکریٹک فرنٹ قائم کیا جس میں ہماری پارٹی بھی شامل ہے اس فرنٹ کی افادیت اس صورت میں سامنے آئے گی جب اس میں شامل تمام پارٹیاں مشترکہ اور متحرک عمل کے ذریعے اسے فعال اور سرگرم بنائیں گی۔

جمہوریت کی بحالی نے پارٹی کی سرگرمیوں کو بھی بڑھانے کا موقع دیا تھا مگر پارٹی کے اندر مختلف عناصر کی معاندانہ سرگرمیوں کی وجہ سے اسے صحیح طور پر استعمال نہیں کیا جا سکا ہے ہمیں اپنا آئندہ لائحہ عمل تیار کرتے وقت موجودہ جمہوری دور کی غیر یقینی صورتحال اور فوجی آمریت کے امکانات کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔

اس کے علاوہ ہمیں پیرسٹرائیکا اور گلاسنوسٹ کے عمل کا عمیق تجزیاتی جائزہ لینا چاہیئے اور تقلید پسندی سے گریز کرنا چاہیئے اس کے مثبت پہلوؤں کو پارٹی کی نظریاتی سیاسی اور تنظیمی مضبوطی اور اس کے عمل کو فعال کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہیئے پارٹی کے اندر بحث و مباحثے کو سیاسی رنگ دینا ہوگا اور ذاتیات کی بنیاد پر بحث سے گریز کرنا ہوگا۔ لینن نے ہمیشہ پارٹی کو گٹھ بندی کے خطرے سے خبردار کیا اور اس کے خاتمہ پر زور دیا ہمیں لینن کی اس نصیحت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی پارٹی کو گروہ بندی سے پاک کرنا ہوگا ملک میں سماجی قوتوں کا ہراول دستہ مزدور طبقہ ہے۔ اور اس کا ہراول کمیونسٹ پارٹی ہے جسے ملک کے معروضی حالات اسے درپیش مسائل کا تجزیہ کرتے ہوئے سماجی تبدیلی کے لئے حکمت عملی اور لائحہ عمل تیار کرنا چاہیئے اور اس پر عمل درآمد کرنا ہے جس کے لئے پارٹی کے اندر اتحاد اور یگانگت لازمی شرط ہے اور ملک کی ساری ترقی پسند اور جمہوری قوتوں کو مجتمع اور متحرک کرنے کے لئے بھی مزدور طبقے کی پارٹی کا متحد اور فعال ہونا ناگزیر ہے۔

سماجی اور معاشی صورتحال

جیسا کہ دوسری کانگریس کی دستاویز میں کہا گیا ہے "ملک میں سامراج نواز عناصر بڑی گماشتہ بوژوازی، نوکر شاہی، جاگیری ماقبل جاگیری اشرافیہ حکمران طبقے ہیں اور مزدور، کسان محب وطن بوژوازی اور دوسرے محنت کش پاکستان کے عوام ہیں" دوسری کانگریس سے اب تک سماجی و معاشی صورتحال میں متعدد مقداری تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں علاقائی اور بین الاقوامی تبدیلیوں کے واضح اثرات بھی محسوس کئے جا سکتے ہیں گذشتہ دس سالوں کے دوران ملک میں اور ملک کے باہر اس موضوع پر کافی لٹریچر شائع ہوا ہے

یہاں ہم تفصیلات میں جانے کے بجائے اہم نکات پر اکتفا کریں گے جن اہم تبدیلیوں کی ہم نشاندہی کر رہے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ سیاسی طور پر سامراج علاقے میں کمزور ہوا ہے لیکن پاکستان پر اس کی گرفت بڑھی ہے۔ آج پاکستان برائے نام ہی غیر جانبدار ہے یہ سینٹرل کمانڈ کا حصہ ہے پاکستان پر قرضہ کی مقدار بڑھ کر اب ایک بلین ڈالر سالانہ پہنچ گئی ہے۔ یہ ۱۹۷۵ء کے مقابلے میں دوگنی یعنی پندرہ بلین ڈالر ہے ہر پیدا ہونے والا بچہ ۲۰۰۰ ڈالر کا مقروض ہے امداد سے فائدے اٹھانے کی شرح جو ۱۹۸۴ء میں صرف ۷ فیصد تھی اب اور بھی کم ہو گئی ہے۔

ہمارے زرمبادلہ کا ۶۰ فیصد قرضوں کے سود میں چلا جاتا ہے جبکہ فوجی اخراجات پر کم سے کم اندازہ یہ ہے کہ آدھے سے زیادہ بجٹ خرچ ہو جاتا ہے فیڈرل کانسٹرونے ۱۹۸۳ء میں حساب لگایا تھا کہ سامراج ہر ڈالر کی سرمایہ کاری پر ۴۰.۲۵ ڈالر منافع حاصل کرتا ہے ترقی پذیر ممالک جو سود ادا کرتے ہیں دو ٹریلین ڈالر ہے اس کا ایک حصہ پاکستان بھی ادا کرتا ہے۔ عالمی بنک اور دوسرے قرضوں کے علاوہ ٹرانس نیشنل کارپوریشنز کی براہ راست اور نجی سرمایہ کے ساتھ مل کر سرمایہ کاری میں بہت اضافہ ہوا ہے پاکستان نے فری ایکسپورٹ پروسسنگ زون کی شکل میں سامراجیوں کو مزید سہولتیں فراہم کی ہیں۔

۲:۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ پاکستان میں سامراج کے لئے سیاسی مفاد زیادہ اہم ہیں مغربی ایشیاء اور خلیج میں سامراجی مفادات کی پاکستان مشرقی سمت سے حفاظت کرتا ہے ۳۲ بلین ڈالر کی امداد کے ذریعے پاکستان کو افغانستان اور مغربی ایشیاء میں زیادہ ملوث کر دیا ہے۔ اور ہندوستان پر "پرامن حملے" کے ذریعے اس کے لئے عقب کو محفوظ بنانے کی کوشش کی گئی سامراج اپنے سیاسی مفادات کی حفاظت فوجی اشرافیہ سے کرواتا ہے سامراجی حکمرانوں کو خریدتا ہے کیونکہ قوموں کو نہیں خرید سکتا پچھلی دہائی میں نوکر شاہی سرمایہ مضبوط ہوا ہے۔ بیوروکریٹ سرمایہ ملک کے سرمایہ کا ایک بڑا حصہ ہے مختلف فاؤنڈیشن سول اور فوجی بیوروکریسی کے معاشی مفادات کو ظاہر کرتی ہیں اور یہ کہ بیوروکریسی ہر حال میں اقتدار میں رہنا چاہتی ہے

۳:۔ ۱۹۵۹ء کی زرعی اصطلاحات کے نتیجے میں زراعت میں سرمایہ داری کا حصہ ۱۹۷۲ء کی زرعی اصطلاحات کے بعد اور بھی بڑھ گیا ہے لیکن یہ سرمایہ دارانہ زراعت دیہی معاشرہ سے خاص کر غیر معاشی حلقہ میں جاگیردارانہ اثرات ختم نہیں کر سکی معاشی صورتحال بھی یہی رہی کہ پختونخواہ اور پنجاب کے ایک چوتھائی زرعی گھرانے اور سندھ میں ایک بہت بڑا حصہ بٹائی پر کاشت کرنے والے ہیں بیج کھاد، ٹیوب ویل، ٹریکٹر وغیرہ سرکاری سہولت کا فائدہ بڑے زمیندار اٹھاتے ہیں۔ چھوٹے ٹرینکٹر جن سے چھوٹے کسان بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۱۹۸۲ء تک، درآمد کرنے کی اجازت نہیں تھی اسی طرح قرضے اور دیگر سہولیات غریب کسان چھوٹے مالکان اور بے زمین کسان کی پہنچ سے باہر ہیں سرمایہ دارانہ زراعت نے جمیں اصطلاحات کا عمل دخل نہیں ہے بٹائی پر کاشت کرنے والے اور زرعی مزدور کو بالکل تباہ کر دیا ہے صنعتی سیکٹر جو خود ہی جامد ہے زائد دیہی آبادی کو کھپانے کے قابل نہیں ہے۔

فوجی جنتا نے کارپوریٹ فارمنگ کی ہمت افزائی شروع کی جس کے تحت شہر کے بڑے کاروباری ادارے بڑے بڑے فارم چلاتے ہیں چونکہ زرعی آمدنی پر انکم ٹیکس نہیں ہے لہٰذا نہ صرف انہیں ٹیکس سے بچت ہوتی ہے بلکہ اپنا زائد سرمایہ بھی کھپا لیتے ہیں دیہی سیکٹر میں بیرونی سرمایہ کاری بھی شروع ہو گئی ہے۔

۴:۔ بڑی تجارتی بورژوازی کا سرمایہ ملک کی بحرانی کیفیت کی وجہ سے پیچھے ہٹا ہے صنعت میں جمود طاری ہے سرمایہ کا اصل بہاؤ تجارت، زراعت، جائداد اور بیرونی سرمایہ سے اشتراک میں ہے۔

حکومت کی پالیسی نومبیا نے کے خلاف ہے بہت سے سرکاری ادارے نجی شعبے کو مزید مراعات کے ساتھ واپس کر دیئے گئے۔ بہت سے بڑے صنعتی اداروں کو چھوٹے یونٹوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ٹھیکہ پر لیبر رکھنے کا رواج اب ہر ٹھیکہ پر پیداوار میں تبدیل ہو گیا ہے عام آدمی کی مشکلات میں جو اضافہ ہو رہا ہے اس سے حکومت کا یہ دعویٰ کہ ترقی کی رفتار بڑھ رہی ہے جھوٹا ہو جاتا ہے افراط زر سے بیروزگاری تک مسائل عام آدمی کی زندگی کو ناقابل برداشت بنا رہے ہیں۔

۵ :۔ سائنسی تکنیکی انقلاب نے جہاں ایک طرف ذرائع پیداوار کو ترقی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچا دیا ہے اور عمومی معیار زندگی کو بڑھایا ہے وہاں اس نے مقامی چھوٹے پیداوار کنندہ کو مارکیٹ سے نکال باہر کیا ہے، فاسٹ فوڈ، مصالحہ اور دوسرے گھریلو استعمال کی اشیاء جو روایتی طور پر مقامی اور چھوٹی دستکاریوں کا حصہ تھیں اب "ٹی این سی" اور سرمایہ کاروں کے ہاتھوں میں جا رہی ہیں طبی آلات اور کھیل کے سامان کے پیداوار کنندگان اعلیٰ ٹیکنالوجی کا مقابلہ نہیں کر پا رہے ہیں اور مسلسل تباہ ہوتے جا رہے ہیں۔ درحقیقت بورژوازی کی درمیانی پرت پس رہی ہے۔

۶ :۔ حکومت کی ایڈھاک ازم کی پالیسی یا ویسے ہی کسی بھی پالیسی کی عدم موجودگی ضروری ذیلی ڈھانچہ کو تباہ کئے دے رہی ہے نئی ریلوے لائن تو الگ پرانی ریلوے لائن ڈیم وغیرہ کی مرمت بھی نہیں ہو رہی ہے سڑکوں کی تعمیر و مرمت بھی برائے نام ہے مختصر یہ کہ ذیلی ڈھانچہ تیزی سے ٹوٹ پھوٹ رہا ہے جبکہ نیا ڈھانچہ اس کی جگہ بنایا نہیں جا رہا ہے۔

۷ :۔ پاکستان کے مختلف علاقوں کے درمیان عدم مساوات اور حکمرانوں اور عوام کے درمیان فاصلہ بڑھ رہا ہے اور قطبیت پیدا ہو رہی ہے ملک میں معاشی ترقی کی کوئی پلاننگ موجود نہیں ہے کراچی اتنا بڑا معاشی مرکز بن گیا ہے کہ جہاں پورے ملک اور دیگر ممالک سے سرمایہ اور لیبر جمع ہو گئی ہے جس کی وجہ سے پیدا ہونے والے سماجی اور نسلی مسائل حکمران طبقہ کے ہاتھوں میں آلہ کار بن جاتے ہیں۔

۸ :۔ ملک پر جدید نوآبادیاتی گرفت صورتحال کا صرف ایک رخ ہے دوسری طرف سوشلسٹ معیشت کی بڑھتی ہوئی طاقت بھی ہماری معیشت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسٹیل ملز اور ایچ ایم ایس پاکستان کی آزادانہ اور خود مختار حیثیت کی بنیاد میں معاون ہیں سوشلسٹ ممالک کی متعدد پیشکشیں جو پاکستان نے لے لیں بے انتہا فائدہ مند ہوتیں حکومت نے مسترد کر دیں مارشل لاء کے ابتدائی دور میں سوشلسٹ ممالک سے تجارت کھٹ کر بہت کم ہو گئی تھی لیکن یہ عارضی دور تھا اب اس میں اضافہ ہو رہا ہے

سوشلسٹ ممالک سے معاشی تعلقات ہماری بورژوازی کی پوزیشن مضبوط کر کے اس میں سامراجی دباؤ کے خلاف مزاحمت پیدا کرتے ہیں بورژوازی کے لئے اعلیٰ ٹیکنالوجی کے متبادل ذرائع پیدا کرتے ہیں۔ متبادل مارکیٹ پیدا کرتے ہیں اور بورژوازی میں صنعت کا حصہ مضبوط کرتے ہیں۔

سوویت یونین کی یہ پیش کش کہ وہ پرائیویٹ سرمایہ دار کے ساتھ اشتراک پر تیار ہے بورژوازی کے مثبت رجحان میں اضافہ کریگی پاکستان جیسے ملک کے لئے اب یہ ممکن نہیں ہے کہ سوویت یونین سے تجارتی اور دوسرے روابط میں منفی پالیسیاں رکھ سکیں

سیاسی صورتحال

۱ :۔ پچھلی تین دہائیوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ ملک میں فوجی فوجی حکمرانی ٹھہرنے کے عزائم لیکر آئی تھی فوجی جنتا ہمارے ملک میں سامراج کی اصل ایجنٹ ہے اور اسی وقت اس سے نجات حاصل ہو سکتی ہے جب عوام کو اقتدار اعلیٰ حاصل ہو گذشتہ سالوں کے دوران اندرون ملک اور عالمی طور پر فوجی جنتا ننگی ہوئی ہے اور اس کا اقتدار زیادہ سے زیادہ تشدد کی بناء پر قائم تھا یہ جمہوریت سے اپنی نفرت کو نہیں چھپاتی اور اس پر فخر کرتی ہے کہ یہ سامراج کی آلہ کار ہے اور فرنٹ لائن اسٹیٹ ہے جو پاکستانی نہیں امریکی نظریہ ہے۔ یہ افغانستان کے انقلاب کے خلاف کارروائیوں کی نگراں ہے طاقتور سوشلسٹ اور امن کیمپ کی وجہ سے یہ مجبور ہے کہ خلیج میں زیادہ کردار ادا کرنے کے لئے امریکی دباؤ کی مزاحمت کرے۔

۲ :۔ سیاسی صورتحال کے اس تجزیئے کی بناء پر ہی پارٹی نے ۱۹۷۸ء میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہا کہ فوجی جنتا الیکشن نہیں کرائیگی اور عوام کی حقیقی حکومت ہی قانونی نمائندہ حکومت تشکیل دے سکے گی حالیہ انتخابات کے بعد برسر اقتدار آنے والی حکومت کو بھی مکمل اقتدار منتقل نہیں کیا گیا ہے

۳ :۔ ہمارے معاشی ڈھانچہ کی حقیقی عکاسی سیاسی ڈھانچہ میں نہیں ہوتی بیوروکریسی نے اپنے کچھ مخصوص مفادات پیدا کر لئے ہیں لیکن حقیقتاً یہ سامراجی ادارتی نظام کا حصہ ہے جو ہمارے سماج پر زبردستی تھونپا گیا ہے جاگیری باقیات معاشی طور پر کمزور لیکن سیاسی طور پر اپنے حجم سے کئی گنا زیادہ حاوی

کا عنصر بڑھتا جا رہا ہے سماج میں اتنی ہی تبدیلی آ رہی ہے جن طبقوں کی بنیاد سماج کی قدامت پرستی ہے ان کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل رہی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے حکمران طبقوں کا بیشتر حصہ عوام میں کوئی بنیاد نہیں رکھتا اس کے باوجود یہ طبقے عوام پر حکمران ہیں ان کی حکمرانی کو برقرار رکھنے والے عناصر کو درست تجزیہ کے لئے ذہن میں رکھنا ضروری ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حکمرانی ہمارے سماج کی قدامت پرستی پر انحصار کرتی ہے جو سماج میں سرمایہ داری پیداواری رشتوں کی بناء پر موجود ہے دوسری بات یہ کہ اس کی پشت پناہ ریاست کی تشدد کی طاقت خاص طور پر نوکر شاہی اور اس کے انتظامی اختیارات ہیں تیسری وجہ سامراج کی پروردہ فوج ہے۔ جو نہ صرف عوام پر تشدد کا سب سے مضبوط ہتھیار ہے بلکہ ایک سیاسی تنظیم کی شکل اختیار کر گئی ہے

ج :۔ سامراج اور عالمی رجعتی طاقتوں کو سوشلسٹ سسٹم سے روز افزوں چیلنج کا سامنا ہے جس کے نتیجے میں۔

۱ :۔ دنیا بھر کے محنت کشوں کے سامنے سوویت یونین خاص طور پر سائنسی تکنیکی انقلاب کے عہد میں بہترین مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲ :۔ دنیا کی دو تہائی آبادی سامراجی حلقہ اثر سے نکل گئی ہے

۳ :۔ عالمی سرمایہ داری کے حلقہ اثر میں بھی آبادیوں کے بڑے حصے اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور استحصال کے خلاف اقدامات اور عالمی مسائل پر سامراج مخالف موقف اختیار کر رہے ہیں

۴ :۔ امریکی عوام نے سامراجی امریکہ کو مجبور کر دیا کہ امریکی فوج کو علاقائی جھگڑوں میں استعمال نہ کیا جائے یہ وہ سبق ہے جو ویتنام کی جنگ سے حاصل ہوا ہے امریکی عوام نے اپنے مضبوط موقف اور وسیع عمل سے امن کیلئے اور اسلحہ کی دوڑ بند کرنے کے لئے اپنی حکومت پر موثر دباؤ ڈالا۔

۵ :۔ اسلحہ کی دوڑ اور سرد جنگ اس نقطہ پر پہنچ گئی ہے جہاں اس نے اپنی ضد پیدا کر دی ہے۔

۶ :۔ ترقی پذیر ممالک کی حکومتیں سامراجی اداروں کو اپنے ملک میں قومی ملکیت بنا کر اور اپنے وسائل کو یکجا کر کے سامراج کے ہاتھوں اپنے استحصال کے راستے بند کر رہی ہیں اس صورتحال کا جائزہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک ۲۴ جو بیس اہم معدنیات کا ۵۰ فیصد اور ۱۲ اہم معدنیات کا ۸۰ فیصد حصہ ترقی پذیر ممالک سے درآمد کرتے ہیں۔

۷ :۔ تین سامراجی مراکز کی موجودگی جو در پردہ ایک دوسرے کے شدید دشمن ہیں لیکن تیسری دنیا کے ممالک کے خلاف اندرونی طور پر کمزور اتحاد بنائے ہوئے اور سرمایہ دارانہ معیشت پر انحصار ایسے عناصر ہیں جو بلاشک و شبہ سامراج کی کمزوری کو ظاہر کرتے ہیں۔

د :۔ سامراج کی ہمارے حکمران طبقہ کے ذریعے اثر انداز ہونے کی صلاحیت نسبتاً گم ہو گئی ہے اس کا مظاہرہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ سامراج پاکستان کو امداد بند کرنے کی دھمکی دینے پر مجبور ہوا ہے ہمارے حکمران طبقوں کا بظاہر اور ایک بہت معمولی حد تک حقیقی آزادانہ رویہ کی بنیاد ایک طاقتور سوشلسٹ بلاک چار طرف سے امن کیمپ کے اثرات، افغانستان میں امریکی پالیسیوں کی ناکامی، ہماری ملکی معیشت کی ترقی میں مدد دینے میں سامراج کی ناکامی اور علاقائی صورتحال میں پاکستان کا خلیج کے مسلم ممالک سے بندھا ہونے (یعنی سامراج کے اصرار پر بھی ان کے خلاف نہ جا سکے) پر ہے۔

ر :۔ اس کے ساتھ ہی پاکستان کے عوام کی جمہوریت، قومی حقوق، صنعتی ترقی، روزگار، مکان، صحت، تعلیم وغیرہ کیلئے جدوجہد نے حکمران طبقوں کو انتہائی پریشان کن صورتحال سے دوچار کر دیا گیا۔

اس صورتحال نے پاکستان کے حکمرانوں کو نام نہاد جمہوری ادارے بنانے پر مجبور کر دیا فوج نے سول چہرے کے پیچھے چھپنے کیلئے جو نیم حکومت قائم کی۔ اس سول چہرے نے اپنے وجود پر اصرار کرنا شروع کر دیا عوام نے اس نام نہاد جمہوریت کو حقیقی جمہوریت میں بدلنے کے لئے انتھک جدوجہد کی ہے۔

آنے والے سالوں میں جن اہم سیاسی مسائل کے گرد جمہوری، طبقاتی لڑائی لڑی جائے گی وہ حسب ذیل ہیں۔

۱ :۔ عوام کے اقتدار اعلیٰ کا مسئلہ

۲ :۔ دستور کی شکل اور اقتدار کی افقی اور عمودی تشکیل

ہے۔ تجارتی بورژوازی وہ واحد طبقہ ہے جسکا سیاسی کردار اس کی معاشی پوزیشن سے مطابقت رکھتا ہے اور دوسرے تمام طبقات بشمول ہلکی صنعتوں کی بورژوازی، دیہی، شہری پٹی بورژوازی اور محنت کشوں کے حکومت میں کوئی حصہ نہیں رکھتے

۴:۔ معاشی اور سیاسی ڈھانچہ کا یہ تضاد جدید نوآبادیاتی نظام کا پیدا کردہ ہے جس کے کچھ حصے نوآبادیاتی نظام سے لئے گئے ہیں یہ تضاد سامراجی دخل اندازی کی بنیاد ہے اس تضاد نے معاشی اور سیاسی دھاروں کے درمیان وسیع تر خلیج پیدا کردی ہے اور عوام کو حکمران طبقے اور سامراج کے خلاف ایک بالکل مخالف سرے پر کھڑا کردیا ہے اس تضاد نے یہ واضح کردیا ہے کہ مثبت معاشی تبدیلیوں کا حصول مصنوعی سیاسی ڈھانچہ کو گرائے بغیر ممکن نہیں ہے۔

۵:۔ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے یہ بعض افریقی ممالک کی طرح ماقبل سرمایہ داری دور میں نہیں ہے بلکہ اسے درمیانہ سرمایہ داری ملک کہا جاسکتا ہے اس میں گماشتہ بورژوازی اور محب وطن سرمایہ داروں کا طبقہ موجود ہیں حالانکہ ان میں ابھی واضح فرق موجود نہیں ہے۔ اس کی حکومت گماشتہ سرمایہ داری جاگیرداری اور ماقبل جاگیرداری بالائی ٹولے بنیاد پرست اور رجعت پرست اور رجعت پسند مذہبی ممالک اور شاہی ممالک کے بلاک پر بھروسہ کرتی ہیں لیکن یہ بعد از نوآبادیاتی درمیانہ سرمایہ داری ملک کے لئے فرسودہ ہوچکا ہے۔ اسلام ابھی تک لوگوں کے سماجی اور سیاسی رویہ کو مثلاً سعودی عرب وغیرہ میں متعین کرتا ہے لیکن پاکستان میں اشرافیہ عوام کے اندر بہت اثر رکھنے کے باوجود وہ سیاسی سطح پر کلیدی اثرات نہیں رکھتا ہے مسلم لیگ کا رہنما کوئی بنیاد پرست نہیں تھا بلکہ ایک مغربی ماحول میں پلا ہوا مسلمان ہندوستانی تھا مذہب کے نام پر فرسودہ تحریکیں سماج میں قطبیت پیدا کرتی ہیں اور جدیدیت کے حامی بعد بہت سے مذہبی عناصر کے قریب کرتی ہیں۔

۶:۔ عوام کے غیض و غضب سے بچنے کے لئے سامراجی اور ان کے حواریوں نے سماج میں دہشت گردی اور افراتفری پھیلادی ہے جماعت اسلامی اور افغان مہاجرین نے بندوق کا کلچر پیدا کردیا ہے جسے ڈرگ مافیا نے مضبوط کیا ہے۔ یہ خفیہ دہشت گرد ہاتھ جدید نوآبادیاتی ریاست کے درپردہ حمایتی ہیں۔

۷:۔ جونیجو کے نام نہاد جمہوریت قائم کرنے کے باوجود سامراج نواز حکمران ایک آزاد پریس یا آزاد حزب اختلاف برداشت کرنے کو تیار نہیں تھے۔

۸:۔ حکمران طبقوں کے علاوہ فوجی حکومت کی حمایت سوسائٹی صرف نچلے حصے میں اور پسماندہ حصوں اور کٹر مذہبی عناصر میں پیدا ہوسکتی تھی۔

مجموعی سیاسی صورتحال کا جائزہ

ملک کی مجموعی سیاسی صورتحال میں جمہوری عمل پر حسب ذیل عناصر اثرانداز ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔

ا:۔ سامراج اور رجعت پرست طاقتیں عالمی پیمانے پر آج بھی بہت طاقتور ہیں لیکن۔ اب من مانی نہیں کرسکتیں معاشی قوتوں پر ایک وسیع کنٹرول رکھنے کے باوجود اپنی سیاسی طاقت یعنی اپنے سیاسی ہدف کو حاصل کرنے کے لئے جوڑ توڑ کرنے کی صلاحیت سے سامراج محروم ہوتا جارہا ہے اب وہ بات نہیں ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں یہ اپنے اشارہ ابرو پر تبدیلیاں لاتا تھا لیکن آج بھی اس کے پاس امداد اور قرضوں، آئی ایم ایف، عالمی بنک، تجارتی معاہدوں وغیرہ کی شکل میں ایسے ہتھیار موجود ہیں جو غریب ممالک کے لئے پریشان کن ہی نہیں بلکہ تباہ کن بھی ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ سامراج کے پٹھوؤں، دلالوں کی ایک فوج ہے جسکا اثر ثقافتی، سماجی، تعلیمی، اعلیٰ سرکاری ملازمتوں اور برائیویٹ سیکٹر میں ہے۔

ب:۔ پاکستان کے رجعت پرست حکمران طبقوں کی طاقت کا منبع ہمارے سماج کی قدامت پسندی ہے۔ یہ رجعت پرست حکمران طبقہ عوام دشمنوں کا اگلا دستہ ہے اور سامراج کا بنیادی آلہ کار ہے سیاسی خیالات، معیشت، ثقافت وغیرہ میں جتنا زیادہ جدیدیت

۳ :- ہمسایوں سے تعلقات :

۴ :- افغان انقلاب کی طرف رویہ

۵ :- اقتدار میں فوج کا حصہ

۶ :- نظریاتی

۷ :- مزدور طبقہ کا آزاد سیاسی کردار

۸ :- عوام کے مختلف پرتوں میں عوامی تنظیموں کا قیام

۹ :- عوام کے فوری طلب حل مسائل مثلاً افراط زر، کسانوں کی بیدخلی، بے روزگاری، فن ثقافت پر بندش، رشوت و بدعنوانیاں، کچی آبادیاں، اجتماعی سودے بازی کا حق خواتین کے حقوق وغیرہ۔

ش :- مندرجہ بالا تجزیئے سے حسب ذیل نتائج اخذ کئے جاتے ہیں

۱ :- سامراج پیچھے ہٹ رہا ہے بالخصوص کسی بھی علاقے میں اپنی گرفت مضبوط کرنے کے امکانات سے محروم ہو رہا ہے۔

۲ :- سامراجی پالیسیوں نے ایسے تضادات کو جنم دیا ہے جنہیں سامراج خود اپنی نفی کئے بغیر حل نہیں کر سکتا اور ان کے حل میں سوشلسٹ بلاک سے مدد لینے پر مجبور ہے جس کے خلاف یہ پالیسیاں ہیں۔

۳ :- آئی این ایف کے نتیجے میں دنیا بھر میں کشیدگی میں کمی ہوگی۔

۴ :- ہمارے حکمران طبقے اور قدامت پرستی پر اپنی بنیاد رکھنے والے ہمارے سماج میں کھڑے ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ ہی کوئی جوازٹ سامراج کی موثر حمایت سے محروم ہونے سے مزید کمزور ہو جائیں گے۔

پاکستان کی قومیتیں

وہ جغرافیائی خطہ جس میں پاکستان قائم ہے آٹھ ہزار سال کی تہذیب کا وارث ہے۔ یہاں دراوڑوں اور آریاؤں کی تہذیب مہابھارت، گوتم بدھ، یونانیوں، ترکوں، مغلوں، چینیوں کی تہذیب اسلام، گرونانک، مغربی تہذیب، وغیرہ نے اپنے نقش چھوڑے ہیں۔

اس میں بلوچ آباد ہیں جو کھلے آسمانوں کے نیچے رہتے ہیں سندھی ہیں جن کا رومانی ورثہ بہت بڑا ہے جن کے پاس لوک گیتوں کا بڑا ذخیرہ ہے شاہ بھٹائی ہیں اور حر (آزادی کیلئے لڑنے والے) ہیں۔ پنجاب جس کے پاس داتا گنج بخش، بابا فرید اور بلے شاہ ہیں اور بہت سے دریا ہیں جن کے گرد رومانی داستانیں بکھری ہوئی ہیں اور سونا اگلتی زرخیز زمین ہے پختونخواہ اور شمالی علاقہ جات کے لوگ ہیں جن کے پاس حسین فطری مناظر اور خوبصورت رسم و رواج ہیں۔ پاکستان محنتی لوگوں کی سرزمین ہے وسائل اور افرادی قوت سے بھرپور لیکن جس کی آبادی غریبوں پر مشتمل ہے حکمران طبقے اس کی قدیم تہذیب کو نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ ان کے لئے پاکستان کی تاریخ ۱۹۴۷ء سے شروع ہوتی ہے اور اس سے بدتر یہ کہ مسلم حملہ آوروں سے یہ تاریخ شروع ہوتی ہے۔

پنجاب

پنجاب پانچ دریاؤں کی سرزمین، برصغیر کی اناج گاہ جہاں نظام لوہار، غدر پارٹی کے انقلابیوں اور بھگت سنگھ نے آزادی کے لئے اپنی جانیں قربان کیں اس کو بنگال کی طرح تقسیم کی تلوار سے کاٹ دیا گیا۔

پنجاب آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ اور معاشی طور پر سب سے مضبوط قومیت ہے (سرائیکی ابھی اس سے علیحدہ شمار نہیں کئے جاتے) حکمران طبقوں اور سول اور فوجی نوکر شاہی کا بڑا حصہ اسی صوبہ سے آتا ہے اس کا نتیجہ یہ کہ اس میں اور دوسری قومیتوں میں نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے اس کے فوجی جنرل مہنگے اور خوبصورت ہتھیاروں سے کھیلتے ہیں جبکہ اس کے عوام خود اپنی زبان میں لکھنے سے قاصر و محروم کر دیئے گئے ہیں

یہاں دوسری قومیتوں کے مقابلے میں قومی سرمایہ دار کی تعداد کہیں زیادہ ہے جو گذشتہ سالوں میں بڑھتا رہا ہے ۱۹۸۷ء کے بجٹ کے وقت اس نے بورژوازی کے دوسرے حصوں کے ساتھ زرعی زمینوں پر ٹیکس نافذ کرنے کا مطالبہ کیا پنجاب کا درمیانہ طبقہ بہت وسیع ہے۔ جس کے مفادات سامراج سے

متصادم ہیں۔ اس کی اکثریت شہروں میں درمیانی اور چھوٹی صنعتوں اور دیہاتوں میں مشینی زراعت کرنے والے امیر کسانوں پر مشتمل ہے ان امیر کسانوں کی تعداد میں گذشتہ کئی سالوں سے بہت اضافہ ہوا ہے گذشتہ ۱۵ سالوں میں ٹریکٹروں کی تعداد پانچ گنا بڑھ گئی ہے ٹیوب ویل کی تعداد پرائیویٹ سیکٹر میں ۶۵-۱۹۶۴ء میں ۲۸۷۴۶ تھی جو ۱۹۸۰ء میں ۵۶،۴۶۸ ہو گئی پنجاب کی پیٹی بورژوازی کا یہ وسیع طبقہ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اپنی معاشی سرگرمیوں میں جدید ٹیکنالوجی میسر نہ ہونے سے پسماندگی کا شکار ہے پنجاب کا بیشتر نوجوان غیر پیداواری شعبوں میں یا اپنے صوبے کے باہر ملازمتوں میں ہے اور اپنی قوم کی خدمت سے محروم ہے پنجاب کے نچلے طبقے عام مسائل جیسے بیروزگاری تعلیم کی کمی اور دوسری سہولیات کی عدم دستیابی کا شکار ہیں۔

پنجاب کے عوام کی جمہوری جدوجہد میں شرکت میں اس دوران اضافہ ہوا ہے حالانکہ تمام تنگ نظر قوم پرستوں کا محبوب مشغلہ اس دوران پنجاب کو گالیاں دینا تھا ضیاء مارشل لاء کے دور میں سب سے زیادہ پھانسیاں جو سیاسی بنیاد پر تھیں پنجاب میں دی گئیں۔ جہاں ۳۷ نوجوانوں کو ۲۵ سے ۵۰ سال تک قید بھگتنے کے لئے جیلوں میں بند کیا گیا۔ دوسرے صوبوں میں ایسی مثالیں کم ہیں ان سب کے خلاف یقیناً شدید احتجاج ہونا چاہیئے حکمران طبقوں کے ایک حصے کی پارٹی جس نے ان لوگوں کو ایسی بڑی قربانیوں کی تحریک دلائی انہیں نظر انداز کر سکتی ہے اور ممکن ہے انہیں اپنانے سے انکار کر دے لیکن یہ لوگ پنجاب اور پورے ملک کے عوام کی سچائی اور جدوجہد کا بلند نشان اور قیمتی اثاثہ ہیں پنجاب میں یہ ریکارڈ ہے کہ براہ راست یا بالواسطہ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے سات خواتین کو سڑکوں پر ننگا کیا پنجاب کے مزدور طبقہ کی تنظیموں اور جدوجہد کی شاندار تاریخ ہے اساتذہ، کلرک، خواتین، صحافی وکلاء سب نے طبقاتی لڑائیاں لڑی ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ پنجاب کے عوام کا سامراج مخالفت شعور بڑھانے اور اسی کے ساتھ ہی پنجابی زبان جو وہاں کے کسان طبقہ کی زبان ہے کی حمایت میں اضافہ ہو رہا ہے پنجاب کے لوگوں میں دوسری قومیتوں کے حقوق کی حمایت بڑھ رہی ہے پنجاب کیونکہ ایک بڑی قومیت ہے لہٰذا اس کے مسائل دوسری قومیتوں کے برخلاف شدید نہیں ہیں نہ ہی اس کے عوام اور حکمرانوں کے درمیان واضح فاصلہ موجود ہے بڑی قومیت کے عوام دوسری قومیتوں سے اسی حد تک متحد ہو سکیں گے جس حد تک وہ اپنے حکمران طبقوں میں اپنے طبقاتی دشمنوں کو پہچان لینے کے قابل ہوں گے

پنجاب میں سڑکوں کی تعمیر میں کافی ترقی ہوئی ہے اور یہاں چھوٹے کھاتہ داروں کی سرکاری قرضوں تک پہنچ آسان ہے۔ لیکن دیہی معیشت پر پیداکنندہ سے زیادہ درمیانی آدمی یا دلال کا قبضہ ہے سرکاری ملازمتوں اور نوکر شاہی کی نچلی پرتوں کی تنخواہ میں حکومت نے اچھا خاصہ اضافہ کر دیا ہے تاکہ انہیں عوام سے علیحدہ کیا جا سکے۔

پختونخواہ

سرکاری دستاویزات میں اب تک اس صوبہ کو شمالی مغربی سرحدی صوبہ لکھا جاتا ہے لیکن پختون اپنی قومیت کے نام کی مطابقت میں اس کا نام تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اس نام کو اب سماجی طور پر پورے پاکستان میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ پختونوں نے برصغیر کی تحریک آزادی میں بڑی قربانیاں دیں اور اہم کردار ادا کیا ہے

پختونخواہ اشرافیہ پاکستان کے حکمران طبقات میں جونیئر ساتھی ہے۔ جیسا کہ دوسری قومیتوں کے اشرافیہ سے بڑے سرمایہ دار خاص کر تجارتی سرمایہ دار اور سول نوکر شاہی میں پختونخواہ اشرافیہ حصہ دار ہے۔ ملک کے کئی بڑے سرمایہ داروں کا تعلق اس صوبہ سے ہے۔ پختونخواہ وسائل کے لحاظ سے مالا مال ہے۔ خاص کر اس میں ہائیڈرو الیکٹرک پاور پیدا ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اس میں صنعتیں اتنی کم ہیں کہ اس کی محدود افرادی قوت کو بھی روزگار فراہم نہیں کر سکتی۔ اس کی زراعت جو کبھی بھی اس کے لیے کافی نہیں تھی پورے پاکستان میں سب سے زیادہ غیر معاشی قطعات میں تقسیم ہے۔ اس کی معیشت میں اپنی افرادی قوت کو کھپانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے کام کرنے والی آبادی کا بڑا حصہ صوبے سے باہر روزگار کی تلاش میں جانے پر مجبور ہے۔ دور دراز کراچی میں پختونوں کی تعداد پختونوں کے اپنے شہر پشاور سے زیادہ ہے۔

پختونوں کا صرف ایک حصہ ان علاقوں میں رہتا ہے جنہیں "شیلڈ ایریا" کہتے ہیں۔ جبکہ قبائل علاقوں میں سرے سے کوئی ترقیاتی کام نہیں ہوا ہے۔ جہاں فرسودہ ترین سماجی ڈھانچہ کو مصنوعی طور پر زندہ رکھا گیا ہے۔ پختونوں کو اس شدید مسئلے کا سامنا ہے کہ ان کے علاقوں کی ایک اکائی کی حیثیت میں ٹھیک طریقے سے سماجی ترقی کی جائے۔

افغان انقلاب کا براہ راست اثر دوسرے کسی صوبے کی نسبت پختونخواہ پر زیادہ رہا ہے۔ لاکھوں دھوکہ کھائے ہوئے افغان مہاجرین افغانستان سے بھاگ کر پختونخواہ میں آ بسے اور اس صوبہ کے محدود وسائل پر بوجھ بن رہے ہیں ان میں سے افغان کرائے کے فوجیوں نے پختونخواہ میں بڑے پیمانے پر مہلک ہتھیاروں کا کاروبار پھیلایا ہوا ہے۔ دوسری طرف وہ ہزاروں افغان نوجوان جنہیں تعلیم حاصل ہونے کی کبھی امید ہی نہیں تھی افغانستان میں پھیلی ہوئی تعلیمی سہولتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

افغان انقلاب نے پختونوں میں سب سے اہم رجحان تبدیلی سماجی رجحان کا ہے یہ اہم بات ہے کہ پختون قوم پرستی کا دھاوا تو مضبوط ہوا لیکن عام رجحان جو ابھرا ہے سماجی تبدیلیوں کا رجحان ہے۔

پختونخواہ میں صنعتیں انتہائی کم ہیں اور جو ہیں ان کی بنیاد زرعی ہے۔ جیسے تمباکو اور گنے کی صنعتیں لیکن تجارتی سرمایہ بڑی مقدار میں موجود ہے۔ جسے مشرقی وسطیٰ سے بھیجے جانے والی رقومات بڑھاتی رہتی ہے۔ حکومت کسی بھی ایسی سرمایہ کاری کی ہمت افزائی نہیں کرتی جو پیداواری ہو اور کوشش یہ کرتی ہے کہ لوگ اس پیسے کو معیار زندگی اونچا کرنے، اونچا درمیانہ طبقے کی بستیوں میں رہنے اور بچوں کو پبلک اسکول کی طرز کی تعلیم دلانے میں خرچ کریں۔ جبکہ عوام کی زندگی اور روزگار کے مسئلے ایسے ہی حل طلب رہیں۔

پختونخواہ کا سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس کا اپنے وسائل پر کنٹرول نہیں ہے جو بجلی یہاں پیدا ہوتی ہے۔ وہ دوسرے صوبوں میں استعمال ہوتی ہے۔ جبکہ اس صوبے کے ۸۵ فیصد مکان بجلی کی روشنی سے محروم ہیں۔ اس کی بہترین زرخیز زمینوں کو کالا باغ ڈیم سے تباہ ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔ لوگوں کے لیے روزگار نہیں۔

افیون کی کاشتکاروں کو معاوضہ نہیں ملتا۔ یہاں کی زبان اور تہذیب کو حکومت نے نظر انداز کر دیا ہے۔ پاکستان رائٹرز نے حال ہی میں ایک عالمی پشتو کانفرنس منعقد کی تھی جس کی رجعت پسندوں نے مخالفت کی لیکن تمام ترقی پسندوں نے اس کی بھرپور حمایت کی۔

پختونخواہ کے مزدور طبقہ میں ایک حد تک تنظیم موجود ہے کسان طبقہ جو مختلف پرتوں میں تقسیم ہے کوئی موثر تنظیم نہیں رکھتا۔ طلبا میں البتہ ترقی پسند قوم پرست اور رجعت پسند ہر طرح کی تنظیمیں موجود ہیں۔ پختونخواہ اشرافیہ اور قومی بورژوازی کی تفریق یہاں اتنی واضح نہیں ہے۔ جیسا کہ مثلاً سندھ میں ہے۔ ایک روایتی خان کسی عوام دوست قوم پرست سے اسوقت علیحدہ نظر آتا ہے جب کسان تحریک اٹھتی ہے تو قوم پرست اسکی حمایت کرتا ہے جب کہ روایتی خان اس کی مخالفت کرتا ہے۔ پختونخواہ میں ایسی تحریک ناپید ہے۔

پاکستان کی شمالی مشرقی پٹی جس میں کچھ حصہ پختونخواہ کا شامل ہے اور باقی حصہ مرکزی حکومت کے زیر انتظام ہے دنیا کے بہترین فطری مناظر کا علاقہ ہے۔ ان علاقوں میں پشتون، کافر کوہستانی، چترالی، ہنزہ کی آبادیاں شامل ہیں۔ جن کی اپنی اپنی زبانیں ہیں اور صوبوں کے پرانے رسم و رواج ہیں۔ اس کے ساتھ ان میں انتہائی غریب، جہالت اور پسماندگی کی بھی فراوانی ہے حکومت تو یہ بھی پروا نہیں کرتی کہ ان کی معدنی دولت کا سراغ لگائے۔ حتیٰ کہ سیاحت کو بھی ترقی نہیں دی جاتی۔ ان علاقوں کو لوگوں کی زبانوں اور تہذیبوں کو ان کے پہاڑوں اور وادیوں کو خوبصورت مناظر کو رسم و رواج کو فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ وہ علاقہ جہاں سوئیٹزر لینڈ سے بھی زیادہ حسین مناظر ہیں۔ معمولی توجہ کا محتاج ہے۔ قبائلی علاقہ کے مطالبات باقی پختونخواہ سے الگ ہیں۔

بلوچستان

پاکستان کی سب سے چھوٹی قومیت جس کی سرحد سب سے طویل ہیں۔ صوبہ کی حیثیت میں اس کی تشکیل جنرل یحییٰ نے ۱۹۶۹ء میں کی ہے۔ جو بلوچوں کی دس طویل سالوں کی قربانیوں اور جدوجہد کا نتیجہ تھی۔ یہ معدنی دولت سے مالا مال علاقہ ہے حقیقتاً

ملک کی ۸۰ فیصد معدنیات یہاں پیدا ہوتی ہے۔ جن سے ملک کا ۲۴ بلین سالانہ کا زرمبادلہ بچتا ہے۔ روسی ماہرین نے اس علاقہ میں تیل تلاش کر لیا تھا۔ لیکن ایوب خان نے زمین کا وڈکٹر ۱۹۶۷ء میں ایران کو دے دیا جس کا مقصد پاکستان کو امریکی سازش کے تحت تیل سے محروم کرنا تھا۔

بلوچستان میں تعلیم کا اوسط ۶ فیصد ہے۔ جو پنجاب ہی سے نہیں قومی اوسط سے بھی کہیں نیچے ہے۔ اس کی سوئی گیس ملک بھر میں ملیں اور گھروں کے چولہے جلاتی ہے لیکن کوئٹہ میں ابھی حال ہی حال فراہم کی گئی ہے۔

بلوچستان جغرافیائی محل وقوع کے لحاظ سے بہت اہم علاقہ ہے۔ جو خلیج کے دروازے پر ہے اور ۴۰۰ میل لمبا ساحل رکھتا ہے یہاں کچھ ترقیاتی کام بنگلہ دیش کے بعد کے دور میں اور کچھ ۱۹۷۷ء کے بعد کے عرصہ میں ہوا۔ آر سی ڈی ہائی وے تعمیر کی گئی جس سے سڑکوں کے ذیلی ڈھانچے کی بنیاد بن گئی ہے۔ اوپری علاقوں میں ٹیوب ویل لگائے گئے ہیں۔ پٹ فیڈر میں زراعت کو ترقی دی گئی ہے۔ لیکن یہ سارے ترقیاتی کام اس طرح کئے گئے ہیں کہ جن سے فرسودہ قبیلہ داری نظام کو کوئی ٹھیس نہ پہونچے مزید یہ کہ یہ ایک طرح کی رشوت ہے۔ امریکی سامراج اور اس کے پٹھوؤں کی طرف سے تاکہ عوام کی روح کو کچلا جا سکے اور ہموار بنایا جا سکے بلوچستان میں متعدد ہوائی پٹیاں اور بندرگاہ کی سہولتیں موجود ہیں جو خلیج میں کارروائی کے لیے اڈوں کی کام دیتی ہے۔

دوسروں صوبوں کی طرح یہاں بھی باہر سے آنے والی رقومات نے ترقی کے بجائے بدعنوانیوں کا راستہ اختیار کیا۔ بلوچستان ٹیکسٹائل ملز بند پڑی ہے۔ حب کے صنعتی علاقے کا بلوچستان کی معیشت میں کوئی کردار نہیں ہے۔ بلکہ یہ کراچی کا ضمنی حصہ بن گیا ہے۔ مکران ڈویژن جس کی آبادی ۵ لاکھ ہے اور وسیع علاقے پر پھیلا ہوا ہے۔ پکی سڑکوں سے قطعی محروم ہے۔ حتیٰ کہ بلوچستان کے چار ساحلی شہر بھی ایک دوسرے سے سڑکوں کے ذریعے ملے ہوئے نہیں ہے اس کی مچھلی اور کھجور کی پیداوار تباہ ہو رہی ہے۔ اگر صحیح ذیلی ڈھانچہ فراہم کر دیا جائے۔ تو بلوچستان کی زرخیز وادیاں اپنی پیداوار کو بے انتہا بڑھ سکتی ہیں دوسری طرف اس علاقے میں صرف فوجی مقاصد کے لیے سڑکیں بنی ہوئی ہیں۔

بلوچستان کو ان تمام مسائل کا سامنا ہے۔ جو ترقی کی کمی اور قومی حقوق سے محرومی کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں۔ بہرحال آگے چل کر ان کی اور ملک کے دوسرے حصوں کے مظلوم عوام کی منزل ایک ہی ہے۔

سندھ

شاہ عبداللطیف بھٹائی اور شاہ عنایت شہید کی دھرتی قومی جذبے سے ابل رہی ہے اس کے مسائل بھی بہت زیادہ ہیں۔ اس کی قومی شناخت اتنی ہی ترقی یافتہ ہے جتنی دوسری قومیتوں کی۔ اس کی زبان دوسری قومیتوں کی زبان سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ اس کا اہم ترین شہر کراچی حقیقتاً جدید نو آبادیاتی معیشت کا دارالحکومت بنا ہوا ہے۔

اس دوران میں سندھ میں ایم کیو ایم (مہاجر قومی موومنٹ) کی تحریک ابھری یہ ایک نیا مظہر ہے۔ ایک ایسی تحریک جس کی بنیادیں عوام کی عام بے اطمینانی، آمریت، بے روزگاری اور دوسرے شدید مسائل پر بے چینی پر ہیں لیکن جن کا اظہار ایک کمیونٹی کے مطالبات کی شکل میں ہو رہا ہے۔ یہ کمیونٹی شہری مہاجر ہیں۔ جو آبادی میں ثقافتی اقلیت ہیں۔ فرقہ واریت یا مخصوص مفادات کی کمیونٹی نے جس نے اپنا اظہار لسانی فسادات میں کیا۔ ایم کیو ایم کو بلدیاتی انتخابات میں کراچی اور حیدرآباد میں دو تہائی سیٹوں پر اور قومی و صوبائی اسمبلیوں میں بھاری کامیابی دلائی۔

تقسیم کے ۴۰ سال گزر گئے اور سندھ میں مہاجروں کے مختلف لسانی گروہوں کی ایک نئی نسل پیدا ہو چکی ہے۔ جس کا وطن یہ سرزمین ہے۔ ان لوگوں کے سندھ میں جذب ہونے کے حالات موجود ہیں اس کی دیہی شہری آبادیوں کے یکجا ہونے کے مواقع موجود ہیں۔ بنگلہ دیش کے بعد کے دور میں سندھ میں قومیت کی لہر دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ تیزی سے ابھری شہری مہاجر آبادی اور دیہی مقامی آبادی میں تقسیم ہو کر اس کی شخصیت مفلوج سی رہتی ہے اس خامی کو صحت مند سندھی قومی شعور جو

مشترکہ جغرافیائی اور معاشی مفادات کی بنیاد پر ہو دور کر سکتا ہے۔ اور یہی بات حکمران طبقوں کو پسند نہیں ہے۔ لہٰذا ان دونوں حصوں کی یکجائی کے عمل کو روکنے کیلئے ایم کیو ایم کی تحریک وجود میں آئی۔ ایم کیو ایم کے ردعمل میں عدم تحفظ کے جذبے کے تحت پی پی آئی اور دیگر نسلی گروہی تنظیمیں سرگرم عمل ہوگئیں

سندھ کی مہاجر آبادی بیشتر درمیانہ طبقے کی اشرافیہ پر مشتمل ہے جس میں اوپری اور درمیانہ پرتیں کاروباری اور پیشہ ور افراد پر اور نچلی پرتیں تعلیم یافتہ اور نیم ہنرمند ملازمین اور چھوٹے مالکان پر مشتمل ہیں۔ ان پرتوں کو مہاجر بڑی بورژوازی اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتی ہے۔ جیسے (مہاجر بورژوازی کو) فوجی۔ سول نوکر شاہی کی وہ پشت پناہی حاصل نہیں ہے۔ جو پنجابی بورژوازی کو حاصل ہے یہ مہاجر، پٹھان فسادات کا نتیجہ تھا کہ کراچی چیمبر آف کامرس کے سابق صدر اشرف تابانی کو گورنر بنا دیا گیا۔

ایم کیو ایم کا عام رنگ بورژوا جمہوری ہے۔ حالانکہ مسخ شدہ شکل میں ہے اور جمہوری تحریک کے خلاف ظاہر ہوتا ہے بہرحال اس بورژوا جمہوری شکل کی بنا پر یہ ترقی پسند نظر آتی ہے اور اپنی رجعت پسندی کو جماعت اور جے یو پی کی مخالفت کے پردے میں چھپانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ بہرحال ایم کیو ایم ابھی اپنے ارتقاء میں ہے اور اس کو نظر میں رکھنے کی ضرورت ہے۔

سندھ میں دوسری قومیتوں کے مقابلے میں سیاسی تفریق زیادہ ہے۔ ایک طرف پیر پگاڑا کی اشرافیائی قوم پرستی ہے۔ جیئے سندھ کی جاگیردارانہ قوم پرستی ہے جس نے ایم کیو ایم سے جڑنے کی کوشش کی ہے۔ نوکر شاہی کی قوم پرستی ہے اور درمیانہ طبقہ کے مغرب زدہ حصوں کی قوم پرستی ہے جس نے کنفیڈریشن کے نعرہ کی شکل اختیار کی ہے۔ عوامی تحریک کی تنگ نظر پیٹی بورژوا قوم پرستی ہے اور ایم کیو ایم کی شکل میں فرقہ وارانہ جارحیت پرستی ہے اور دوسری طرف صحت مند قومی حقوق کی آواز ہے۔ جو کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان، وطن دوست انقلابی پارٹی اور دوسرے چھوٹے گروپس اٹھاتے ہیں۔ یہ تفریق ممکن نہیں ہے اور کہیں کہیں ایک دوسرے کے عناصر گڈمڈ ہیں۔ لیکن پھر بھی مختلف گروپ کی طبقاتی لائن واضح نظر آتی ہے۔ اس کی اصل وجہ سندھ کی ترقی یافتہ معیشت اور کمیونسٹ تحریک کا تسلسل ہے۔ جس نے کسانوں اور مزدوروں کو منظم کر کے عوام دوست اور عوام دشمن دھاروں کو واضح کر دیا۔ اشرافیہ اور جاگیردار قوم پرست خود اپنے عوام اور کسانوں سے سب سے زیادہ خوفزدہ ہیں (آج کے ڈکیت جو تعلیم یافتہ اور نیم سیاسی ہیں اور روائتی ڈاکوؤں سے مختلف ہیں) معاشی اور سیاسی حالات سے مایوسی اور بے اطمینانی کی پیداوار ہیں۔

دوسرے متعدد مسائل مثلاً تعلیم یافتہ افراد کی بے روزگاری سرکاری زمینوں کی غلط تقسیم کے علاوہ سندھ کے سامنے اس کے قومی تشخص کا مسئلہ ہے۔ جو دوسرے صوبوں سے آنے والوں کی بھرمار سے ختم ہوتا جا رہا ہے۔ بھٹو اور بعد کے دور میں زراعت میں سرمایہ داری اور مشین کاری نے لوگوں میں شہر کی طرف منتقل ہونے کے رجحان میں بہت اضافہ کیا جبکہ شہری بستیاں اس آبادی کو ضم کرنے کیلئے بہت کم وسائل رکھتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں سماجی تبدیلی کے مطالبہ میں زیادہ زور آگیا ہے۔ دوسرا اہم مسئلہ سندھ میں فوجی چھاؤنیوں کا اور فوج کا قیام ہے جس کا مقصد کسی بیرونی دشمن کو نہیں بلکہ سندھ کے کچلنا ہے۔ چھوٹے چھوٹے دیہات تک سندھ میں فوج کے گھیرے میں نظر آتے ہیں۔ سندھ واضح رہے کہ پنجاب اور بحر ہند کے درمیان واقع ہے۔ اور مرکزی بجٹ کے تین چوتھائی محاصل فراہم کرتا ہے۔ سندھی قومیت کے تحفظ کے لیے ایک عارضی مگر فوری پروگرام کی ضرورت ہے۔

مزدور طبقہ

صنعتی مزدور طبقہ آبادی کا ۲،۴ فیصد اور محنت کی قوت کام ۷ فیصد ہے۔ ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجہ میں اب ایک عام مزدور کے لیے بھی ایک حد تک مہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔ ۱۹۴۷ء اور ۱۹۸۲ء کے درمیان لیبر ڈیپارٹمنٹ نے ۸۹۲۸ ہڑتالیں ریکارڈ کی ہیں۔ جن میں تین کروڑ دس لاکھ مزدوروں نے حصہ لیا۔ اس جدوجہد کے مثبت نتائج کے طور پر مزدوروں کی گندی بستیوں کی جگہ نسبتاً بہتر جائے رہائش مہیا ہونے لگی ہے۔ لیکن دوسری طرف اجرتوں میں

قیمتوں کے حساب سے اضافہ نہیں ہوا۔ اشیاء خورد و نوش کی صنعتوں میں اجرتیں اور بھی کم ہو گئی ہیں۔ اب ایک اوسط مزدور کو ۱۲ گھنٹے کام کے علاوہ اوور ٹائم بھی کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ اخراجات پورے ہو سکیں۔

سرمایہ داری نے دنیا بھر میں ایسے اقدامات کئے ہیں جن سے مزدور طبقہ کی سیاسی طاقت ٹوٹ جائے ورکرز کو چھوٹے یونٹوں میں تقسیم کر کے انہیں یونین کے فوائد سے محروم کرنا ۱۹۷۶ء کے مقابلے میں ۱۹۸۲ء میں یونٹوں میں کا شمولیت کا عمل کم ہوا ہے۔ حالانکہ آبادی میں ۳ فیصد سالانہ اضافہ ہوتا رہا ہے۔ ایسے مزدور قوانین نافذ کئے گئے ہیں جن سے قانون پرستی اور معاشی جدوجہد پر زیادہ ارتکاز ہو۔ مزدور اور مالکان کے بیچ میں لیبر ٹھیکیدار کی ایک پرت داخل ہو گئی ہے۔ نسلی اور فرقہ وارانہ گروپس کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے ٹی این سی بیرونی کمپنیاں اور سرکاری کارپوریشنیں نسبتاً زیادہ تنخواہ دیتے ہیں جس سے مزدوروں میں پھوٹ پڑتی ہے اور مشترکہ اقدامات کرنے میں رکاوٹ ہوتی ہے۔

مزدور طبقہ کے شدید استحصال کی گواہ یہ حقیقت ہے کہ صنعتی عمل کے ذریعے اشیاء میں بڑھنے والی قدر میں اجرت کو ملنے والا حصہ ۱۹۹۷ء میں ۴۵ فیصد تھا جو ۱۹۸۲ء میں گر کر ۲۵ فیصد پر آ گیا۔ یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ٹیکنالوجی کی ترقی سے اس رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔

تعداد میں کم ہونے کے باوجود مزدور طبقہ کی صلاحیت بہت زیادہ ہے۔ رجعت پسند حکومت اس بات کو سمجھتی ہے اور مزدور طبقہ کی سرگرمیوں میں ہر طرح کی پابندیاں عائد کرتی ہیں۔

قومی حقوق اور جمہوری جدوجہد

دوسری کانگریس کی حکمت عملی کی دستاویز میں "قومی حقوق کا سوال" کے عنوان کے تحت کہا گیا ہے کہ۔

الف) قومی حقوق کا سوال پاکستان میں حل نہیں کیا گیا ہے یقیناً یہ سرمایہ دارانہ ریاستوں کے بس کی بات نہیں ہے کہ قوموں کی مکمل اور جامع برابری کی ضمانت دیں اور ایسا صرف سوشلزم کے تحت ہی ہو سکتا ہے تاہم پاکستان میں تو اس قسم کے محدود حقوق مثلاً قوموں کا تشخص ان کی زبان اور ثقافت کا تسلیم کیا جانا اور حقیقی وفاقی اصول پر اندرونی خود مختاری تک نہیں ملتے سامراج اور پاکستان کے حکمران طبقات بڑے سرمایہ دار جو بنیادی طور پر پنجاب اور کراچی سے تعلق رکھتے ہیں اور جاگیردار جو بنیادی طور پر سندھ اور پنجاب سے ہیں اس مسئلے کو محدود پیمانے پر حل کرنے سے بھی دلچسپی نہیں رکھتے اس کے برعکس وہ قومی جبر اور چھوٹی قومیتوں کے استحصال کی پالیسی پر چلتے ہیں تاکہ وہ سامراج اور جاگیرداری کے مفاد میں ایک حد تک اجارہ داروں کے مفاد میں بڑے پیمانے پر صنعتکاری کے عمل کو روکنے اور عوام میں تفریق پیدا کرنے کے قابل ہو سکیں۔

ب) مختلف علاقوں کی ناہموار معاشی ترقی برطانوی سامراج کی دین ہے لیکن اپنے ۲۸ سال آزادانہ سیاسی وجود کے دوران یہ ناہمواری اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والا جبر کم ہونے کے بجائے زیادہ بڑھا ہے اور حقیقی ارتباط بتدریج کم ہو رہا ہے چونکہ یہ مسئلہ حل نہیں ہوا ہے لہٰذا یہ پاکستان کی سیاست میں بار بار ابھرتا ہے اس کا نتیجہ پہلے ہی ملک کے ٹکڑے ہونے اور بنگلہ دیش کے وجود میں آنے کی شکل میں نمودار ہو چکا ہے۔ بنگلہ دیش میں شکست کھانے کے بعد حکمران طبقے کمزور پڑے اور قومیتوں کو رعائتیں دینے پر مجبور ہوئے۔ لیکن یہ رعائتیں نہ صرف بلکہ ناکافی ہیں بلکہ یہ کہ جیسے جیسے امریکی سامراج کی جانب سے حکمران طبقات کی طاقت بڑھائی جا رہی ہے ویسے ویسے یہ رعائتیں بھی واپس چھینی جا رہی ہیں چنانچہ معروضی اعتبار سے قومی حقوق کی لڑائی موجود ہے اور اسے نظر میں رکھنا چاہیئے۔

ج) لیکن پرولتاریہ کی اور پارٹی کی جدوجہد کا رخ سامراج جو ترقی کی راہ کی اصل رکاوٹ ہے اور اندرون ملک حکمران طبقات کے خلاف تمام مظلوم طبقوں اور قومیتوں کا اتحاد ہے پارٹی قومی برابری اور قومی حقوق کے لیے بشمول حق خود اختیاری جدوجہد کرتی ہے۔ تاکہ قومی حد بندیاں ٹوٹیں اور طبقاتی شعور اور طبقاتی یکجہتی فروغ پائے۔ حکمران طبقات اور سامراج کے خلاف قومی حقوق کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے پارٹی بورژوا قوم پرستی کے خلاف بھی جدوجہد کرتی ہے جس کی بنیاد آدمی کی اپنی قومیت سے محبت اور دوسری قومیت سے نفرت پر ہوتی ہے۔ سرمایہ دارانہ قوم پرستی اور اس مسئلہ کی جانب پرولتاری نقطہ نظر میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر دوسری قوموں اور قومیتوں کے خلاف نفرت پیدا کرتی ہے اور بعض اوقات نسل پرستی کی حد تک جاتی ہے لیکن پرولتاریہ اپنے

جدوجہد کا رُخ حکمران طبقات کے خلاف ہی رکھتا ہے اور تمام عوام کے درمیان برادرانہ اتحاد کی وکالت کرتا ہے۔ مختصراً یہ کہ پرولتاریہ پرولتاری بین الاقوامیت کے دائرے میں طبقاتی نقطہ نظر اپناتا ہے قومی نہیں اور ہمیشہ قومی شاؤنزم کا مقابلہ کرتا ہے۔ یقیناً وہ مظلوم اور بالادست قومیتوں کے شاؤنزم میں فرق کرتا ہے یہ خطرناک رجحان نہ صرف دشمن طبقات کے اندر سے ابھرتا ہے بلکہ خود ہمارے ملک کی پیٹی بورژوائی صورتحال روزانہ سے جنم دیتی رہتی ہے۔

۵۔ چنانچہ پارٹی کو اس مسئلہ پر ملک کے اندر دو غلط رجحانات کے خلاف چوکنا رہنا ہے۔ پہلا رجحان قومیتوں کے وجود کی ہی نفی کرتا ہے اور اس طرح مظلوم قومیتوں کے حقوق کی نفی اور ان کے استحصال کو مستحکم کرتا ہے جبکہ دوسرا رجحان قومی حقوق کی جدوجہد کو الگ قومی ریاستوں کی جدوجہد کے مساوی بنا دیتا ہے۔ جو ملک کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرے۔ اور پہلے رجحان کی طرح سامراج اور رجعت پرستی کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے۔ کیونکہ اس سے جمہوری جدوجہد میں پھوٹ پڑتی ہے اور اس خطہ میں کشیدگیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ پارٹی ملک کے اندر تمام جمہوری قوتوں بشمول مظلوم قومیتوں کے عوام کے اتحاد کے موقف کی وکالت کرتی ہے۔ کیونکہ قومی حقوق کی نفی رجعتی طبقوں اور سامراج کے مفاد ہی میں ہے۔ جبکہ قومی حقوق کی جدوجہد پاکستان بھر کے جمہوری اور محنت کش عوام کے زبردست مفاد میں ہے۔ اگر بعض حصوں میں یا بعض علاقوں میں یہ جدوجہد تیز ہوتی ہے تو جمہوری قوتوں کے وہ مخصوص دستے دشمن کا مجموعی طور پر تختہ الٹنے میں معاون ثابت ہوں گے۔ جن سے پاکستان بھر کے عوام کی نجات قریب تر ہو جائے گی۔

قومی سوال پر دوسری کانگریس کا یہ تجزیہ بنیادی طور پر صحیح ہے اس میں کچھ نئے عناصر اور شامل ہیں جو یہ ہیں

۱۔ بڑھتی ہوئی عدم مساوات اور مضبوط مرکز بنانے پر علیحدگی پسندی کا رجحان بہت بڑھا ہے۔

۲۔ سرائیکی بولنے والوں کی قومیت ابھر رہی ہے اب تک اس کی زبان اور کلچر کی شناخت ابھری ہے۔

۳۔ سندھی، بلوچ اور پختون قوم پرستوں میں ڈانواڈول ہونا زیادہ ابھرا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حکمرانوں اور سامراج پر مناسب دباؤ ڈالنے سے انہیں مراعات مل سکتی ہیں۔

۴۔ قومیتوں کے مابین فرق بہت بڑھ گیا ہے۔

۵۔ بہت سے لسانی اور مذہبی گروہ خاص طور سے شمالی علاقوں میں ابھر رہے ہیں۔

۶۔ افغانستان کے اور ایران کے انقلاب دشمنوں کا دباؤ اور غیر قانونی بنگالی اور بہاری مہاجرین کی آمد نے پاکستان کو تنگ نظر قوم پرستی کی پرورش گاہ بنا دیا ہے۔

قومی سوال پاکستان کے دیگر اہم سیاسی مسائل کی نسبت عوام میں زیادہ شدید ردعمل پیدا کرتا ہے پارٹی اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ ہر قوم کو مکمل حق خود اختیاری حق علیحدگی حاصل ہو اس حق کے بغیر پاکستان ایک رضاکارانہ وفاق تو کیا زندہ بھی نہیں رہ سکے گا لیکن یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ پارٹی قومی سوال کو قومی نقطہ نظر سے نہیں بلکہ طبقاتی نقطہ نظر سے دیکھتی ہے اس لیے پارٹی یہ تجویز کرتی ہے کہ۔

۱۔ آج کا اہم کام یہ ہے کہ سامراج اور جاگیرداری کے خلاف تمام طاقتوں کو متحد کیا جائے۔ کیونکہ قومی جبر اور ہر دوسرے ظلم کا منبع سامراج اور جاگیری باقیات ہیں ہیں وقت پہلے سے موجود تاریخی حد بندیوں کو تبدیل کرنے کا سوال اٹھانا پھوٹ ڈالنے کے برابر ہوگا اور جن طاقتوں کو ہم متحد کرنا چاہتے ہیں انہیں تقسیم کر دے گا یہ سرحدی مسائل کو ایران عراق جنگ کے انداز میں حل کرنا ہوگا۔ پارٹی کی سوچی سمجھی رائے ہے کہ ایسی تبدیلیاں اس وقت کرنا چاہیں جب پرامن طریقے سے اور تمام متعلقہ لوگوں کی مرضی سے ممکن ہو سکیں۔

۲۔ پارٹی کی سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ قومی حقوق کی جدوجہد اس طرح ہونی چاہیے کہ موضوعی طور پر اس کی بنیاد دوسری قومیتوں سے نفرت پر نہ ہو اور معروضی طور پر سب قومیتوں کے مفاد میں ہو۔

۳۔ تمام قوم پرست یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قومی حق خود اختیاری کا وہی مطالبہ کر رہے ہیں جو کامریڈ لینن نے کیا تھا اور جسے عملی جامہ پہنایا تھا وہ یہ بھول گئے ہیں کہ کامریڈ لینن ایسا کرنے میں اس لیے کامیاب ہوئے تھے کہ وہ قوم پرست نہیں تھے۔ بلکہ اپنی سیاست کی بنیاد محنت کش عوام کے اتحاد پر رکھتے تھے۔ ان قوم پرستوں کا یہ استدلال بھی ہے کہ پنجاب کو اسی طرح ظالم قوم کہا جا سکتا ہے جیسا کہ لینن نے کبھی روس کو کہا تھا کامریڈ لینن نے مظلوم قوموں کو ظالم قوموں کے خلاف جدوجہد

کرنے اور دوسری قوموں کو روسی قوم کے خلاف متحد ہونے کے لیے کبھی نہیں کہا۔ کامریڈ لینن نے اس مشکل صورتحال میں ظالم اور مظلوم دونوں قومیتوں کے محنت کش عوام کے اتحاد کے ذریعے قومی جبر کو ختم کرنے کا راستہ اور طریقہ اختیار کیا۔

۴۔ قوم پرست ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم (کمیونسٹ) قومی مسئلہ پر واضح سوچ نہیں رکھتے اس کا کیا مطلب ؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم جذباتی طور پر قوم پرست نہیں ہیں۔ یعنی جارحانہ قوم پرستی ہم میں نہیں ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم قوم پرست نہیں ہیں (جس کا دعویٰ ہم نے کبھی نہیں کیا) اس بات کا ثبوت ان کی نظر میں یہ ہے کہ ہم کسی قومیت کے خلاف نفرت اور دشمنی کا اظہار نہیں کیا ان قوم پرستوں کے خیال میں "حب وطن" کافی نہیں ہے اور یہ قومی مسئلہ پر واضح ذہن کی کمی" کا اظہار ہے۔ یہ لوگ صرف ان کو ہی واضح سوچ رکھنے والے سمجھتے ہیں، جو ایسے مبہم نعروں سے مطمئن ہو جاتے ہیں، جو کسی قومیت کے حکمران طبقوں اور عوام کے درمیان کشمکش کو چھپاتے ہیں اور ملک میں طبقاتی لڑائی کے بجائے قومی بنیاد پر تقسیم پیدا کرتے ہیں۔ قومی حقوق کے ان مسائل جن سے عوام تحریک اپنے ہاتھ میں لے لیں یہ نہیں چھیڑتے کیونکہ اس صورت میں انہیں یا تو ملک کے حکمران طبقوں سے ناتا توڑنا پڑے گا یا ان کی دھوکہ بازی کھل جائے گی۔ ایسے قوم پرست اپنی قومیت سے بہت محبت کرتے ہیں۔ جس کے مراعات یافتہ طبقے سے وہ تعلق رکھتے ہیں اور جسے وہ ایسا رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر قومی حقوق کیلئے عوام کی جدوجہد سے ان کے طبقاتی مفاد پر ضرب پڑتی ہے اور جب عوام منظم ہوں تو یہ خطرہ ہمیشہ رہتا ہے تب انہیں سرکار برطانیہ سے ملے ہوئے سرکاری حقوق یا وراثت میں پائے ہوئے مفادات پہلے یاد آتے ہیں۔

لہٰذا قومی سوال پر" واضح نہ ہونے" کا مفہوم یہ ہے کہ سیدھے سادھے مبہم نعرے اپنانے کے بجائے قومی سوال کو اس طرح اٹھایا جائے تاکہ عوام کا زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہو اور حکمران طبقے زیادہ سے زیادہ اپنی اصل شکل میں آنے پر مجبور رہوں۔

۵۔ قوم پرستوں کا ایک یہ طریقہ بھی ہے کہ قومی حقوق کو طبقاتی سوال کے خلاف رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ قومی سوال کو پہلے حل کیا جائے اور طبقاتی جنگ کو مستقبل کیلئے مؤخر کر دیا جائے اس طرح کا موقف اختیار کرنے کی وجہ ہے کہ یہ لوگ قومی ظلم کی نہایت مبہم تصویر رکھتے ہیں اس کی اصل ماہیت کو نظر انداز کرتے ہیں اور قومی حقوق کے مطالبوں کو ٹھوس شکل دینے سے گریز کرتے ہیں۔ اگر پوری وضاحت سے رکھا جائے تو قومی حقوق کا ہر مسئلہ کسی نہ کسی جمہوری طبقے کا مطالبہ نکلے گا۔ مثال کے طور پر ۱۹۷۰ کے عام انتخابات میں فہرست رائے دہندگان صرف اردو میں شائع ہوئیں سندھ این ایس ایف نے مطالبہ کیا کہ فہرست کو سندھی میں بھی شائع کیا جائے اور مہم چلائی۔ قومی حقوق سے متعلق تمام گروپ اس مہم میں شریک ہوئے اور حکومت مجبور ہو گئی کہ یہ مطالبہ تسلیم کیا جائے۔ یہ قومی حقوق کی ایک فتح تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ کچلے ہوئے طبقے خاص کر کسانوں کی فتح تھی جو صرف مادری زبان میں ہی پڑھے ہوئے ہیں۔ اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ قومی حقوق اور طبقاتی مطالبوں میں کوئی حقیقی تضاد موجود نہیں ہے۔ یہ مثال اس الزام کو بھی جھٹلاتی ہے کہ مزدور طبقہ اور بائیں بازو کے سیاسی کارکن قومی حقوق کی جدوجہد کو نظر انداز کرتے ہیں۔

۶۔ پارٹی کی رائے میں قوم اور قومیت کی اصطلاحات کے درمیان معمولی اور تقافتی پوزیشن کا فرق ہے جس کی عملاً کوئی اہمیت یا اثرات نہیں ہیں۔ پارٹی لٹریچر میں ان دونوں اصطلاحات کو اس لیے ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔

۷۔ پارٹی ساتھیوں میں اس رجحان پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کرتی ہے کہ ساتھی قومی حقوق کیلئے اور اتحاد کیلئے جہاں ممکن ہو دلیری سے جدوجہد نہیں کرتے کہ کہیں ان پر قوم پرست ہونے کا لیبل نہ لگ جائے۔

۸۔ پارٹی ضروری سمجھتی ہے قبائلی پٹیوں کو ان کے قومی یونٹوں میں ضم کرنے کی جدوجہد کی جائے۔

قومی بورژوازی

قومی سرمایہ دار، سرمایہ دار طبقے کا وہ حصے ہے جو اپنے عمل میں غیر گماشتہ کردار رکھتا ہے۔ اور جو ایک طرف شہری گماشتہ سرمایہ دار اور دوسری طرف پیٹی بورژوازی کے درمیان وسیع پرتوں کا احاطہ کرتا ہے۔ قومیتوں کا سرمایہ دار بھی اس میں شامل ہے یہ حکمران طبقوں کا حصہ نہیں ہے یہ سامراجی اثرات کے کم ہونے سے لازمی فائدہ میں رہتا ہے اور کسانوں کے حق میں زرعی اصطلاحات جن سے اندرونی منڈی وسیع ہوتی ہے۔ اس کے مفادات میں ہیں اس کی ابھی تک گماشتہ سرمایہ دار سے شناخت علیحدہ نہیں ہو سکی لیکن پھر بھی ۱۹۷۶ء سے کافی فرق پڑا ہے۔ اس کا سب سے حصہ (درمیانہ صنعتکار) پنجاب میں ہے ۸۷ء کے بجٹ کے وقت اس نے زرعی آمدنی پر ٹیکس نافذ کرنے کا مطالبہ کیا اور جنوری ۱۹۸۸ء میں پنجاب اسمبلی میں بھی آواز اٹھائی لیکن وہاں اسے شکست ہوئی۔ کیونکہ ۲۶۰ ممبران اسمبلی میں سے ۱۷۰ ممبران بڑے زمیندار اور جاگیردار تھے۔ قومی سرمایہ دار کا مطالبہ ہے کہ زرعی اجناس کی برآمد بھی صنعتی پروسیسنگ کے بعد ہونا چاہیے۔ یہ کوششیں کر رہا ہے کہ چیمبر آف انڈسٹری کو چیمبر آف کامرس سے علیحدہ بنایا جائے۔ یہ یقیناً عوام کا حصہ ہیں۔ قومی سرمایہ دار سامراج مخالف جمہوری قوتوں میں دائیں بازو کے نمائندے ہیں۔ اور ڈانواڈول کردار رکھتے ہیں جتنا زیادہ عوام کا اتحاد بڑھے گا اور ان کے موثر ہونے میں اضافہ ہوگا۔ اتنا ہی یہ طبقہ مثبت کردار ادا کرے گا۔ معروضی طور پر عوام کا اتحاد اور تحریکیں کئی بڑے صنعتکاروں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ قومی سرمایہ دار سوشلسٹ ممالک سے تجارت کے حق میں ہے اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

دانشور

ملک میں دانشورانہ سرگرمیوں کی آزادی نہ ہونے کے باعث دانشور، انجینئر، ڈاکٹر، مصنف، شاعر، ڈرامہ نگار، آرٹسٹ، صحافی، طلباء، پروفیسر وغیرہ سب غیر مطمئن ہیں لوگوں کی اختراعی سرگرمیوں پر ہمت افزائی کا کوئی تصور نہیں ہے فنون لطیفہ کو حقارت سے دیکھا جاتا ہے دانشوروں کے لئے نہ تو آگے بڑھنے کے راستے ہیں نہ روزگار کے مواقع اس طبقہ سے حکمران طبقوں کے نظریہ دان پیدا ہوتے ہیں لیکن ان کا بہت بڑا حصہ عوام کی ترجمانی کرتا ہے

پیٹی بورژوازی

صاحب جائداد طبقوں میں پیٹی بورژوازی سب سے وسیع طبقہ ہے اس میں پانچ سے پچیس ایکڑ تک کے دیہی مالکان، دیہی شہری دکاندار چھوٹی دستکاریوں کے مالکان۔ چھوٹا تاجر، کلرک استاد، نچلے درجے کے ملازمین وغیرہ شامل ہیں یہ ایک طرف حکومتی ظلم کا شکار ہیں دوسری طرف بڑی بورژوازی اور سامراج کا جو جدید ترین ٹیکنالوجی کے ذریعے اس کی روایتی معاشی سرگرمیوں پر ڈاکہ ڈال رہا ہے جس سے اس کی زندگی تکلیف دہ ہو گئی ہے۔

مثال کے دور پر گارمنٹ کی صنعت میں ایک پینٹ کی سلائی کے سینے والے کو ۸ روپے ملتے ہیں اور بیرونی خریدار اپنے ملک میں اس کے ۳۴۰ روپے ادا کرتا ہے۔ مارکس نے درست کہا تھا "پیٹی بورژوازی ایک ہی وقت میں عوام کا آدمی بھی ہے اور بورژوازی بھی ہے" سیاسی طور پر اپنے اس طبقے کی سوچ واضح نہیں ہوتی لیکن اس کے جو حصے چھوٹی قومیتوں سے متعلق ہیں سیاسی شعور رکھتے ہیں۔

ان درمیانی پرتوں میں پیشہ ور افراد، اساتذہ، وکلاء صحافی، ڈاکٹر وغیرہ شامل ہیں جو اپنی ساکھ کی وجہ سے سماج میں لوگوں کی رائے بنانے والے ہوتے ہیں اس کے بعد طلباء نوجوانوں کی تنظیمیں ہیں جو جمہوری تحریک میں اہم حصہ ہوتے ہیں اجتماعی طور پر محنت کش طبقہ کے ساتھ ہوتے ہیں اور مزدور طبقہ کی تعداد میں کمی کو ایک حد تک پورا کرنے میں کردار ادا کرتا ہے لیکن سب سے زیادہ

اہم یہ ہے کہ اس طبقہ سے انقلابی جمہوریت پسند ابھرتے ہیں ایسے لوگ جو غریب سائنٹفک لیکن مخلص اور عوام کی محبت سے بھرپور انقلابی جمہوریت تحریک نکل کر آتے ہیں اور مزدور طبقہ کے مضبوط ساتھی ثابت ہوتے ہیں۔

خواتین

خواتین سماج کا سب سے کچلا ہوا اور نامناسب سلوک کا ہدف حصہ ہیں۔ اسلامی نظام نہام کوششوں کے بیشتر کوڑے ان ہی کی پیٹھ پر پڑے ہیں۔ قانوناً یہ دوسرے درجہ کی شہری ہیں۔ تعلیم یافتہ خواتین کو ملازمتوں میں غیر مساوی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آئی ایل او کے ۱۹۸۰ء کے اعداد و شمار کے مطابق خواتین دنیا کے کل کاموں کا دو تہائی کام کرتی ہیں۔ دنیا کی کل آمدنی کا صرف ۱،۵ حاصل کرتی ہے اور دنیا کی کل جائیداد کے صرف ایک فیصد کی ملکیت رکھتی ہیں۔ روایتوں کے بوجھ سے دبے ہوئے اس ملک میں ان کی حیثیت اور بھی بدتر ہے۔

کسان طبقہ

اس میں پانچ ایکڑ سے کم مالکان، اجرتی مزدور اور بے زمین کسان شامل ہیں زراعت میں سرمایہ داری کے رواج نے بٹائی پر کاشت کا حکم کم کر دیا ہے۔ پنجاب اور پختون خواہ میں بٹائی پر کاشت تقریباً ایک چوتھائی کسان آبادی کا کرتی ہے۔ جبکہ سندھ میں یہ تناسب کہیں زیادہ ہے اس تناسب سے دیہی اجرتی مزدور کی تعداد بڑھی ہے جس میں ۵ ایکڑ سے کم مالکان بھی شامل ہیں۔ ان میں سے بیشتر موسمی مزدور ہیں جن کا اجرتوں کا معیار شہری پرولتاریہ سے بھی کم ہے

گڈریے اور خانہ بدوش

یہ بلوچستان کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ہیں۔ اور سندھ میں بھی ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق ماقبل جاگیرداری قبائل سماج کے دور سے ہے۔

حکمت عملی کے مقاصد

قومی جمہوری انقلاب سوشلزم کی پہلی منزل

دوسری کانگریس نے مزدور طبقے اور اس کی پارٹی کی جدوجہد کا رخ متعین کرتے ہوئے پہلی منزل قومی جمہوری انقلاب کو قرار دیا۔ جو سوشلزم کی طرف رہنمائی کرتی ہے ۱۹۶۰ کے ۸۱ کمیونسٹ اور مزدور پارٹی کی کانفرنس کے اعلان نامۂ ماسکو میں کہا گیا ہے کہ "موجودہ دور میں بہت سے ملکوں کے لیے قومی اور بین الاقوامی موافق حالات پیدا ہو گئے ہیں جو آزاد قومی جمہوریت کے قیام میں مددگار ہیں یعنی ایسی ریاست جو اپنی معاشی، سیاسی آزادی قائم رکھنے، سامراج اور اس کے فوجی بلاک کے مخالف ہو اپنی سرزمین پر سامراجی اڈوں کے خلاف ہو، جو نوآبادیاتی نظام کی نئی شکلوں اور سامراجی سرمایہ کی دخل اندازی کے خلاف ہو۔ جو آمرانہ مطلق العنان طرز حکومت کے خلاف ہو ایسی ریاست جس میں لوگوں کی جمہوری آزادیاں اور حقوق محفوظ ہوں (جس میں تقریر، پریس، اجتماع، مظاہرہ اور سماجی اصلاحات اور حکومتی پالیسیوں کی تشکیل میں شراکت کی آزادی ہو، ایسی قومی جمہوریت کی تشکیل اور مضبوطی ان ممالک کو تیز سماجی تبدیلیوں کے قابل بناتی ہے۔ اور اس کے لیے سامراج کے خلاف نوآبادیاتی نظام کے خاتمہ کے لیے عوام کی جدوجہد کو طاقت دیتی ہے۔"

پارٹی کی حکمت عملی کے مقاصد اب بھی قومی جمہوری انقلاب ہے، جو سوشلزم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن قومی اور بین الاقوامی سطح پر وقوع پذیر ہونے والی اہم تبدیلیوں کو انقلابی حکومت عملی کے تناظر میں سمجھنا لازمی ہے۔ ماسکو کا اعلان نامہ اس وقت (۱۹۶۰) تشکیل دیا گیا تھا جب نوآبادیاتی نظام کا تاریخی دور ختم ہو رہا تھا۔ اور جدید نوآبادیاتی نظام کی نئی شکلیں ابھر رہی تھیں جس کی وجہ سے قومی آزادی کی تحریکوں کیلئے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ سیاسی آزادی کو معاشی آزادی کے ذریعے مستحکم کریں، معاشی آزادی کا حصول نوآزاد ملکوں کے [illegible] میں تبدیلی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ گزشتہ تین دہائیوں میں جدید نوآبادیاتی نظام عالمی سرمایہ داری کے سکڑتے ہونے کے باوجود بہت بڑے پیمانے پر پھیلا ہے، جس سے اس کے زیر اثر ملکوں کے گماشتہ سرمایہ دار نے بے انتہا فائدہ اٹھایا ہے اور سرمایہ دار طبقہ کے ڈانواڈول کردار میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ اس بنا پر یہ ضروری ہو گیا ہے کہ قومی جمہوری طاقتوں کی غیر سرمایہ دار پرتیں ایسی مستحکم اور مستقبل طاقت سماج کے لیے فراہم کریں جو آخرکار سوشلزم کی طرف پیش رفت کو یقینی بنا سکیں۔ ۱۹۶۹ء کے ڈاکومنٹ میں اس تبدیلی کو شمار کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس میں قومی سرمایہ دار کے بجائے زیادہ زور انقلابی جمہوریت پسندوں کے کردار پر دیا گیا ہے۔

اس پس منظر میں ماسکو کا اعلان نامہ قومی جمہوری انقلاب کے پہلے سامراج مخالف دور کا جامع پروگرام ہے۔ جب کہ بھرپور حکمت عملی کے مقاصد میں، قومی سرمایہ دار اور اس کے مختلف حصوں کی مزاحمت کو بھی پیش نظر رکھنا پڑے گا جو تبدیلی کے دوسرے دور (جو ساتھ ہی ساتھ سوشلزم کی طرف آگے بڑھنے کا دور ہوگا) میں پیش کرتے گی۔

ملک کے اندر ایسی تبدیلیاں آئی ہیں جو قومی جمہوری انقلاب کی طاقتوں کے توازن اور ماہیت پر اثر انداز ہو رہی ہیں ان میں اہم ترین حسب ذیل ہیں۔

۱:۔ وہ پاکستان میں جس کی تشکیل برصغیر کی آزادی کو مسخ کرنے کے لیے کی تھی ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش کی آزادی کے ساتھ ہی تحلیل ہو گیا جس کے بعد پاکستان کی جغرافیائی سیاسی

صورت حال تبدیل ہو گئی۔ لیکن بہت اہم بات یہ ہے کہ اب پاکستان گو تاریخ کے ورثہ کے طور پر ہی سہی ایک ایسی ریاست ہے جو اپنے اندر کی طاقتوں کی بنیاد پر رواں ہے۔ اس کا ۱۹۴۷ء سے جامد اور منفی تعلق جس نے اسے مفلوج بنا رکھا تھا ۱۹۷۱ء میں ختم ہو گیا۔ یہ اب دوسری ریاستوں کی طرح مختلف اور زندہ عناصر کا مجموعہ ہے۔

۲۔ عوامی جمہوری چین کی پالیسیوں میں مثبت تبدیلی آنے کی وجہ سے خطے میں امن کے استحکام کو تقویت پہنچنے کے امکانات بڑھ گئے ہیں اس ضمن میں کامریڈ گورباچوف کا دورۂ چین بھی بہت مثبت اثرات کا حامل ثابت ہوا ہے۔

۳۔ حکومت کی طرف سے نظریہ پاکستان اور دوسرے رجعت پسند نظریے پھیلانے کے باوجود اب پاکستان کو کثیر القومی ریاست تسلیم کیا جاتا ہے۔

۴۔ یہ کوششیں کہ پاکستان کی شناخت کو برصغیر ہند سے لاتعلق کر کے اسے مغربی ایشیا سے منسلک دکھایا جا سکے بری طرح ناکام ہو گئی ہے۔

۵۔ ۱۹۷۱ء سے پہلے اصل سودے بازی اور اقتدار کی حصہ بانٹ مغربی پنجاب اور مشرقی بنگال کے حکمران طبقوں کے درمیان ہوتی تھی۔ دوسری تینوں قومیتوں اس سے باہر ہوتی تھیں لہذا وہ ایک مستحکم اور مستقل حزب اختلاف کا کردار ادا کرتی تھیں ۱۹۷۱ء کے بعد صورتحال بدل گئی۔ چھوٹے صوبوں کے نمائندے بھی اس سودے بازی اور اقتدار میں فریق بن گئے ان کے لیے مراعات کے دروازے کھلے ہیں اس کے نتیجے میں اب وہ مستحکم حزب اختلاف کا کردار ادا نہیں کرتے حالانکہ اب بھی وہ حکمران طبقوں کا حصہ نہیں ہیں۔

۶۔ پچھلی دہائیوں میں محب وطن بورژوازی ایک بڑی پرت پاکستان میں ابھری ہے۔

۷۔ قبائلی پٹیوں کی اور پاکستان کے تحت کشمیر کے حصے کی پاکستان سے یکجائی بڑھ رہی ہے۔

۸۔ پاکستان کی سیاسی اور طبقاتی تنظیموں کو توڑنے کے لیے سامراج نے انتہائی پیچیدہ طریقے اختیار کیے ہیں اس کے مقابلے میں ہمیں بھی عوام کی طاقت جمع کرنے اور تنظیمیں قائم کرنے کے لیے نئے طریقے اختیار کرنا ہوں گے، یہ بات نظر میں رکھنا ہوگی کہ بڑی تعداد میں صحت مند عناصر مختلف پارٹیوں اور گروپس میں موجود ہے۔

بحر حال جدوجہد کے دوران کچھ غلط فہمیاں اور غلط تصورات پیدا ہوتے ہیں جن کی وضاحت ضروری ہے۔

۱۔ نوآبادیاتی دور کے بعد کے سماج میں قومی آزادی کی شکل قومی جمہوریت ہے جو سماج کے لیے سوشلزم کی طرف آگے بڑھنے کا راستہ دکھاتی ہے۔

۲۔ اس میں "قومی" کا لفظ اس کے سامراج مخالف رخ اور محنت کش طبقے کے محب وطن سرمایہ دار اور دوسرے جمہوری طبقات کے ساتھ اتحاد کا اہم پہلو ظاہر کرتا ہے۔

۳۔ "قومی جمہوریت" کے تصور کی بنیاد تین طبقوں یعنی مزدور طبقہ، کسان طبقہ (جس میں پیٹی بورژوازی بھی شامل ہے) اور محب وطن بورژوازی کے سامراج دشمن جاگیردار دشمن جمہوری اتحاد پر ہے۔ جبکہ عوامی جمہوریت کے تصور جو ۱۹۴۵ء کے بعد کی پیداوار ہے کی بنیاد اس کے برخلاف مزدور طبقہ اور کسان (معہ پٹی بورژوازی) کے اتحاد پر تھی۔

۴۔ قومی جمہوریت اس دور کا مظہر ہے جب سوشلسٹ بلاک معاشی طور پر اتنا مضبوط ہو گیا ہے کہ ترقی پذیر ممالک کی صنعتی ترقی میں مدد کر سکے اور ان کی سیاسی آزادی کو معاشی آزادی کے ذریعے یقینی بنا سکے۔ قومی جمہوریت کے نظریے کی نمو داری کی بنیاد سوشلزم کے حق میں عالمی تبدیلیوں پر تھی نہ کہ کسی خاص ترقی پذیر ملک کی مخصوص صورتحال پر۔

۵۔ موجود صورتحال میں کسی بھی ترقی پذیر ملک کی بورژوازی اس قابل نہیں ہے کہ سرمایہ دارانہ جمہوری انقلاب کی تکمیل کر سکے۔ لیکن اس کے سامراج مخالف اور محب وطن حصے مزدور طبقے اور محنت کش عوام سے اتحاد کر کے سامراج مخالف جمہوری آزادیوں کی لڑائی لڑ سکتے ہیں۔

۶۔ قومی جمہوریت کوئی سماجی نظام نہیں ہے بلکہ سامراج کے خلاف جنگ کا ایک عارضی محاذ ہے۔ جس کی فتح ہمیں سوشلزم

کے دروازے پر پہنچا دیتی ہے، تاریخی طور پر سرمایہ داری کے بعد سماجی نظام سوشلزم ہی ہے۔

۷۔ محب وطن سرمایہ دار کی مزدور طبقہ کے ساتھ اتحاد میں شرکت ضروری ہے۔ اگر یہ اتحاد جدوجہد کے دوران کمزور ہو جائے تو مزدور طبقہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد اسے اور مضبوط کرے گا۔ جتنا مزدور طبقہ کا حصہ اس اتحاد میں ہوگا اتنا ہی یہ اتحاد مضبوط ہوگا۔ قومی جمہوری انقلاب کے ابتدائی دور میں مزدور طبقہ کی راہنمائی ممکن ہے کہ ضروری نہ ہو لیکن سوشلزم کی طرف بڑھنے کے ساتھ ہمیں سرمایہ دار طبقے کی مزاحمت کے پیش نظر یہ ضروری ہو جائے گی۔

۸۔ قومی جمہوری انقلاب کو دو ادوار میں جن کے عناصر ایک دوسرے کی جگہ لیتے رہتے ہیں، تقسیم کیا جا سکتا ہے پہلا دور سرمایہ دارانہ جمہوری انقلاب کے جاگیرداری دشمن اور سامراج دشمن مقاصد کی تکمیل کا دور ہے۔ دوسرا دور سماج میں سوشلزم کی بنیادیں بنانے کے مرحلے کا دور ہے۔

۹۔ پاکستان میں جدوجہد کا موجودہ مرحلہ ایک مضبوط وسیع بنیاد پر سامراج دشمن محاذ قائم کرنا ہے جو قومی جمہوری انقلاب کا پہلا دور ہے۔ یہ پہلا کام ہے اور پارٹی کے سامنے سب سے مشکل کام بھی۔ بہت کچھ ہوا ہے لیکن یہ کام ابھی مکمل نہیں ہوا، لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ پارٹی کا فوری کام قومی جمہوری انقلاب کے اس پہلے اور اہم مرحلہ کی تکمیل ہے۔

۱۰۔ قومی جمہوریت کی جدوجہد میں انقلابی جمہوریت پسند اور نیک نیت لوگوں کا تعاون بہت اہم اثاثہ ہوتا ہے پاکستان جیسے ملکوں میں تو مذہبی سوچ رکھنے والے وہ حصے بھی جو مذہب خاص کر اسلام کی انسان پرستی کے عناصر سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اس جدوجہد میں ساتھ دیتے ہیں اس لیے بھی کہ کمیونسٹ ہی وہ لوگ ہیں جو مذاہب اور بانیان مذاہب کی انقلابی روح و روایات کو آج کے دور میں تسلسل سے آگے بڑھاتے ہیں۔ مزدور طبقہ پر یہ تاریخی ذمہ داری ہے کہ وہ اولیاء رشی اور سادھو اور صوفیوں کے انسانی رفعت و بلندی کے خیالات کو حقیقی شکل دے۔

سامراج نواز رجعت پرست حلقوں کی یہ مسلسل کوشش ہے کہ جمہوری صفوں میں قومی جمہوریت کے مقاصد کو مسخ کر کے پھوٹ ڈالی جائے، موقع پرست اپنی کمیونسٹ دشمن مہم میں قومی جمہوریت کو سوشلزم کے خلاف استعمال کرتے ہیں مزید یہ کہ سامراج مراعات دے کر ترقی پذیر ممالک کے سرمایہ داروں میں سامراج مخالف جذبات ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن یہ مراعات بھی ایسی ہوتی ہیں جو سامراج کو بھی نفع پہنچائیں۔

انقلابی جدوجہد کی حکمت عملی اور طریقہ کار

ہمارا ملک دنیا کی پیچیدہ ترین صورتحال رکھنے والے ممالک میں سے ایک ہے۔ پاکستان کو ترقی نہ کر دینے کا باعث بھی وہی منفی عوامل تھے جو پاکستان کے بننے کی بنیاد تھے۔ یعنی ترقی کے نام پر صرف منفی رجحانات میں اضافہ ہوتا رہا۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے کی سیاسی، سماجی صورتحال جسے ماضی کا حصہ بن جانا چاہیے تھا نہ صرف یہ کہ باقی رہی بلکہ جدید نوآبادیاتی اثر کی بنا پر اور گہری ہو گئی۔ مثال کے طور پر اب بھی سیکولر جمہوریت کی جدوجہد اس ملک میں غداری کے مترادف شمار کی جاتی ہے۔ اس صورتحال میں تبدیلی ۱۹۷۱ کے بعد آئی اور پاکستان کی ریاست کی اندرونی طاقتوں کو جدوجہد ..... کا راستہ ملا ہے۔ لیکن موروثی عدم توازن، تضادات اور مسخ اقتدار کو سامراج نے اور بگاڑ دیا ہے تاکہ ملک کو سماجی زندگی کی ہر جہت میں منقسم رکھا جائے۔ اور چھوٹی چھوٹی وفاداریاں اور پسماندہ شعور کو رجعت پسندی کے گڑھ کے طور پر قائم رکھا جا

ہمارے ملک میں سامراج کی آلۂ کار فوجی جنتا ہے، فوج میں کوئی شخص سامراج سے اپنی مکمل وفاداری کا یقین دلائے بغیر کرنل کے عہدے سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ فوج کا ادارہ ہر ملک کی ضرورت ہے لیکن پاکستان میں فوج اپنے دفاعی فرائض انجام دینے کے بجائے سامراج کی مفادات اور اندرونی رجعت پرستوں کے ہاتھ میں سیاسی

ہتھیار بن گئی ہے۔ اس نے کبھی بھی ملک کے عوام کی خاطر جنگ نہیں لڑی اس کے برخلاف اس نے ہشت پایہ کی طرح سوسائٹی میں ہر طرف اپنے پنجے گاڑ دیئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بڑا تجارتی سرمایہ دار، جاگیردار بڑے زمیندار اور قبائلی سردار ہمارے ملک میں سامراج کے لیئے سماجی بنیادیں ہیں، اور سول بیوروکریسی ایک قابل مددگار کا رول ادا کرتی ہے۔ لیکن وہ اصل طاقت جو ان سب کو ایک دوسرے سے باندھے رکھتی ہے۔ اور عوام پر ان کی حکمرانی کو یقینی بناتی ہے۔ وہ سامراج کی پٹھو فوجی جنتا ہے۔ اصل طاقت خواہ براہ راست خواہ سول حکومت کے ذریعے سے اسی فوجی جنتا کے ہاتھ میں ہے۔

انقلابی طاقتوں کا اصل ہدف یہی فوجی جنتا ہے جو ملک پر سامراجی حکمرانی کا اہم ترین آلہ کار ہے صرف اسی طرح عوام کا اقتدار اعلیٰ بحال ہو سکتا ہے۔ صرف اسی طرح سے فوج کو اس کے اصل کام یعنی ملک کے دفاع پر لگایا جا سکتا ہے صرف اسی صورت میں حکمران طبقات کا کچھ حصہ خواہ عارضی مدت کے لیے انقلاب کا ہمدرد یا غیر جانبدار بنایا جا سکتا ہے۔

ہمارے ملک کی انقلابی طاقتیں ہمارے محنت کش اور جمہوریت پسند عوام ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مستقل مزاج اور مضبوط مزدور طبقہ ہے حالانکہ اس کی تعداد بھی کم ہے اور اس کے متحد ہونے کے راستے میں طرح طرح رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں۔ یہ بات بھی کہ مزدور طبقہ کے بڑے حصے کی آبائی شہر اور وہ شہر جہاں پہ روزگار کرتے ہیں۔ ایک نہیں ہیں (ایک صوبہ میں نہیں ہیں) ان پر منفی اثرات پیدا کرتی ہے مزدور طبقہ کا سب سے قابل اعتماد ساتھی کسان ہے۔ لیکن چونکہ پورے ملک میں لگانداری ایک سی نہیں ہے اس لیے ہر جگہ کسان طبقہ مختلف حالات میں ہونے کی وجہ سے اتحادی نہیں بن پاتا تمام جمہوری طبقے، منقسم اور منتشر ہونے کے ساتھ مقامیت کا شکار ہیں۔ جس سے ان کی سوچ محدود ہے۔ اس صورتحال کا تھوڑا بہت تدارک ان کی مظلومیت کے مشترک ہونے سے ہوتا ہے۔ یہ درد مشترک انہیں ایک دوسرے کے قریب لاتا اور متحد کرتا ہے۔ یہ مزدور طبقہ کا فرض بنتا ہے کہ ان مشکلات میں عوام کی جدوجہد کو انقلابی راستہ دکھائے۔ اپنے اس انقلابی فرض کو پورا کرنے کے لیئے مزدور طبقہ کو چاہیئے کہ وہ:

۱۔ اپنی تنظیم کاری کرے

۲۔ کسان طبقہ کی مختلف پرتوں اور دیہی اجرتی مزدوروں سے طبقاتی اتحاد بنائے۔

۳۔ تمام انقلابی جمہوریت پسندوں، تعلیم یافتہ نوجوان، بالخصوص طلبا اور پیٹی بورژوازی سے طبقاتی اتحاد بنائے۔

۴۔ تمام جمہوریت پسند طاقتوں کو متحد کرے۔

پاکستان کی سماجی معاشی پسماندگی کا واضح اظہار اس کی سیاسی پسماندگی میں ہوتا ہے۔ ہوٹلوں اور ریستوران میں ۱۹۶۰ء کی دہائی میں اکثر لکھا رہتا تھا کہ "یہاں سیاست پر بحث کرنا منع ہے۔ اب بھی کہیں کہیں نظر آتا ہے۔ عوام کا بڑا حصہ کسی بھی سیاسی جماعت میں منظم نہیں ہے وہ لوگ بھی جو واضح سیاسی نظریات رکھتے ہیں اپنے اظہار کے لیئے پیشہ وارانہ انجمنوں یا ٹریڈ یونین کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ قانون دان اور صحافیوں نے اکثر سیاسی مطالبات اٹھائے ہیں۔ یہ تنظیمیں بھی تمام عوام کا احاطہ نہیں کرتیں۔ لیکن ایک حد تک سیاسی تنظیموں میں عوام کی عدم شرکت کا مداوا کرتی ہیں۔ عوام کی طاقت کو منظم اور مجتمع کرنے کے لیے سیاسی جماعتوں اور پیشہ وارانہ اور طبقاتی انجمنوں میں زیادہ سے زیادہ تعاون اور اشتراک پیدا کرنا ضروری ہے۔

انقلابی حکمت عملی کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ علاقہ کی سامراج مخالف اور امن پسند طاقتوں سے عملی یک جہتی پیدا کی جائے۔

قومیتیں بھی غیر واضح تصویر پیش کرتی ہیں۔ بلوچستان میں مزدور طبقے کا اتحاد تعلیم یافتہ نوجوانوں اور بزگر (بٹائی پر کاشت کرنے والے) اور زمینوں کو یز یا طویل مدتی ٹھیکوں پر لینے والے زمیندار کے ساتھ بنے گا۔ اور اس اتحاد کے ہدف خون چوسنے اور استحصال کرنے والی ریاست اور سامراج ہوں گے پنجاب میں مزدور کسان اتحاد انقلابی مرکز فراہم کریگا۔ جبکہ پختونخواہ میں یہ اتحاد مزدور کسان انقلابی جمہوریت پسند اور طلبا پر مشتمل ہوگا۔ اور سندھ میں مزدور طبقے کو کسانوں اور شہری اور دیہاتی پیٹی بورژوازی اور اسی طرح

تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ساتھ جوڑنا ہوگا۔

مختلف علاقوں میں اس واضح عدم توازن کے باوجود ملک بھر کی انقلابی طاقتوں کا اتحاد ضروری ہے۔ صرف ایک صوبہ کی طاقتوں کا اتحاد غیر حقیقی ہے اور یہ طریقہ مختلف علاقوں کی اشرافیہ اس لیے اختیار کرتی ہے کہ سامراج سے اس کا براہ راست تعلق باقی رہے اس کا مقصد حالات کو جوں کا توں رکھنا اور جدید نوآبادیاتی نظام کے خلاف جدوجہد کو کمزور کرنا ہے لیکن اگر کسی مخصوص قومیت یا علاقہ پر ظلم و تشدد، قتل عام یا نسل کشی تک بڑھ جائے تب اس کے عوام کے پاس علیحدگی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں رہتا لینن نے کہا ہے کہ "عوام علیحدگی کی طرف اس وقت جاتے ہیں جب قومی جبر اور اختلاف اس حد تک بڑھ جائے کہ ساتھ رہنا ناقابل برداشت ہو جائے اور معاشی تعلقات منقطع ہو رہے ہوں ایسی حالت میں سرمایہ دارانہ ترقی اور طبقاتی کشمکش کی آزادی کے مفاد علیحدگی کے ذریعہ ہی محفوظ ہو سکتے ہیں، (قوموں کا حق خود ارادیت) یہ بات واضح ہے کہ ایسی صورت حال انقلابی حکمت عملی کی شکست کو ظاہر کرتی ہے اور بدتر حالات میں نئی گروہ بندی کا تقاضہ کرتی ہے۔

مزدور طبقہ کی پارٹی: اہداف اور مسائل

اس ضمن میں مندرجہ ذیل باتیں یہاں پیش کرنا ضروری ہے، پہلی بات یہ کہ پی این اے کے بعد کے دور میں پارٹی کے مین اسٹریم میں کر آنے کے بعد کے دس سالوں میں پارٹی میں بہت اضافہ ہوا تھا جس کی اہم وجوہات میں موافق عالمی اور علاقائی صورتحال ملک کے اندر سٹیٹس کو کے حق میں اور سماجی تبدیلیوں کا مطالبہ کرنے والی قوتوں کے درمیان خلیج میں اضافہ جام ساقی کیس، ترقی پسند اور پارٹی لٹریچر میں اضافہ اور پارٹی ممبران کی قربانیاں شامل ہیں۔

دوسری بات یہ کہ پارٹی کے حالات کو اس وقت نقصان پہنچا جب ۱۹۸۷ء میں پارٹی کے ایک حصہ کو پارٹی دشمن سرگرمیوں کی بنا پر نکال دیا گیا۔ اس صورت حال کا گہرا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے، حالات اب بہتر ہو رہے ہیں کہ پارٹی کے نقصان زدہ حصوں کو ٹھیک کیا جائے۔ ہر سطح پر اجتماعی قیادت مستحکم کی جائے۔ جمہوری پہل کاری اور جمہوری مرکزیت کو تقویت دی جائے اور پارٹی کا نظریاتی معیار بلند کیا جائے۔

تیسری بات یہ کہ بہت سے ساتھی جو گمراہ ہو گئے تھے پارٹی میں واپس آ گئے۔ ایک گروپ نے ہمیں بہت سے مخلص اور طبقاتی شعور رکھنے والے ساتھی دیئے ہیں۔ اور پارٹی کو امید ہے کہ دوسرے گروپوں سے بھی بہت سے قیمتی دوست پارٹی میں آئیں گے۔

چوتھی بات یہ کہ ہمارا بین الاقوامی تجربہ یہ بتاتا ہے کہ تقریباً ہر ملک میں انقلاب کی موضوعی صورتحال پختہ ہو رہی ہے۔ سامراج تیزی سے پیچھے ہٹ رہا ہے۔ عالمی واقعات نے لینن کے اس قول کی تائید کی ہے کہ سامراجی زنجیر کی کمزور کڑیاں ٹوٹتی جائیں گی۔ اگر انقلاب کے لیے اندرونی حالات تیار نہ ہوں اور انقلابی متبادل موجود نہ ہو تو اس صورت میں انقلاب مسائل کو حل کرنے سے زیادہ الجھنیں پیدا کرے گا۔ اور دوسروں کے لیے ایک بری مثال بنے گا مزید یہ کہ اگر مزدور طبقہ کی بنیاد موجود نہ ہو تو جو کسی برقرار نہیں رہ پاتی اور انقلابی رومانیت پسندی اور جلد بازی ابھر آتی ہے۔ بہت سے ممالک میں لیڈرشپ کو جلاوطن رہنا ہوتا ہے جب سامراج وہاں سے نکلتا ہے تو رہنماؤں سے عوام کی یک جہتی حتیٰ کہ تحریک سے مطابقت بہت متاثر ہوتی ہے یہ وہ چیلنج ہے جو آج ترقی پذیر ملکوں کے کمیونسٹ رہنماؤں کو سامراج کے پیچھے ہٹنے کے عمل سے اور کبھی کبھی خلا چھوڑنے دینے سے درپیش ہوتے ہیں۔

پانچویں بات یہ کہ تنگ نظر قوم پرستی کے منفی رجحانات غیر اصولی آزادی ٹھوس صورتحال کو نظر انداز کرنا اور کسان طبقہ کے عمل کو نہ گردانا جیسی نظریاتی خامیاں پارٹی میں ابھر آئی ہیں۔

چھٹی بات یہ کہ قومی جمہوری انقلاب کے جمہوری مقاصد کو لیفٹ مقاصد پر ترجیح ہے۔ لہٰذا جمہوری اور لیفٹ اتحاد کی بات کرنا درست ہے۔ لیکن چونکہ جمہوری طاقتوں کو

مضبوطی سے صرف لیفٹ کی طاقتیں ہی جوڑ سکتی ہیں۔ اس لیے جمہوری اور لیفٹ اتحاد کی تشکیل میں اصل محرک طاقت لیفٹ ہوگی۔

ساتویں بات یہ کہ پارٹی کو ایسے راستے تلاش کرنے کی ضرورت ہے جن سے ملک کے اندر سوویت یونین اور سوشلزم کی طرف جھکاؤ رکھنے والے بڑھتے ہوئے عناصر کو پارٹی میں یا کم از کم انقلابی تحریک میں سمویا جا سکے۔

آٹھویں بات یہ کہ پارٹی کا پرچہ متحد اور منظم کرنے کا کردار صحیح طریقہ پر ادا نہیں کر رہا ہے اس کو مستقبل میں بہتر ہونا چاہیے پارٹی کارکنوں کی نظریاتی سطح بلند ہونی چاہیے ترقی پسند اور پارٹی لٹریچر کے بڑھانے کے امکانات پر توجہ دی جانی چاہیئے۔

نویں بات یہ کہ پارٹی کے بین الاقوامی رشتے زیادہ بڑھے ہیں جن سے پارٹی کو وسیع نقطہ نظر اختیار کرنے میں مدد ملی ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک کے ساتھ رابطے مزید مضبوط کئے جائیں اور اس کے امکانات موجود ہیں۔

دسویں بات یہ کہ آج دنیا وہ نہیں ہے جو ۱۹۴۷ء میں تھی بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ مثلاً آج سوشلزم کو ختم ہو جانے کا خطرہ نہیں ہے کرہ ارض کا امن ناقابل تقسیم ہے آج طبقاتی کشمکش سرمایہ داری سوشلسٹ نظام کے درمیان پرامن مسابقت کے دور میں جاری ہے۔ اندرونی طور پر بھی ملک میں پارٹی اور تحریک کی جڑیں گہری ہو گئی ہیں۔ جو نئی ذمہ داریوں کی متقاضی ہیں۔ یہ تنظیمی سیاسی اور نظریاتی صورت حال میں عکس پذیر ہیں گہرے مطالعوں اور تجزیوں کے حتمی تجزیوں کے لیئے اور عمومی اور خصوصی کے تعلق کی وضاحت کے لیے وسیع پیمانے پر بحث مباحثہ کی ضرورت ہے۔ صورتحال کا تقاضا ہے کہ عوام کی طاقت کو مرتکز کیا جائے تنظیم کے نئے اور عوام میں مقبول طریقے اور جدید جدوجہد کی نئی شکلیں تلاش کی جائیں۔

گیارہویں بات یہ کہ پارٹی میں بہت سے کارکن شامل ہوں گے یا نئے اتحاد بنیں گے لیکن یہ ہمیشہ نظر میں رکھنا چاہیے کہ پارٹی کی جڑیں اپنے طبقہ میں ہونا چاہیں۔

آخری بات یہ کہ پارٹی کا کھلا ہوا حصہ پارٹی کا عوامی بیس بنانے میں بہت مددگار ثابت ہوا۔ بحرحال پارٹی کے مزید حصے کھولنے اور متحدہ محاذ کے متعلقہ مسائل پر تفصیلی بحث کی ضرورت ہے۔ اور حالات کے مطابق مناسب فیصلے کرنے اور ان پر عملدرآمد کی ضرورت ہے۔

پارٹی کا کھلا حصہ اور متحدہ محاذ کی شکلیں

برصغیر کی تقسیم کے وقت پاکستان کو سی پی آئی کے وہ یونٹ ملے جو پاکستان کی سرحدوں میں کام کر رہے تھے۔ کلکتہ کانگریس میں ۱۹۴۸ء میں ان یونٹوں نے سی پی آئی سے علیحدگی اختیار کر کے سی پی پی کی تشکیل کی لیکن سی پی پی اس وقت پوری طرح کام نہیں کر سکتی تھی کیونکہ فرقہ وارانہ فسادات میں ان کی طاقت بہت کم ہو گئی تھی۔ رجعت پسند مسلم لیگی حکومت کے مسلسل تشدد کے نتیجے میں چند ہی سالوں میں بختونخواہ اور پنجاب کے یونٹ کام کرنے سے معذور ہو گئے۔ پاکستان کے دونوں بازوؤں کے کامریڈز کے نہ ملنے کی وجہ سے مرکز بھی مفلوج تھا صرف سندھ اور مشرقی بنگال کے یونٹ کام کر رہے تھے تقریباً ہر محاذ پر نئے سرے سے کام کرنے کی ضرورت تھی اس وقت پارٹی کا کھلا سیاسی محاذ بنانا ناممکن تھا اس کے باوجود بھی پارٹی کھلے طور پر کام کرتی رہی۔ بی ٹی آر کے مہم پسندانہ دور تک۔ جب یہ لائن تبدیل ہو گئی اس وقت احساس ہوا کہ انقلاب فوری طور پر ایجنڈے پر نہیں تھا۔

اس وقت پارٹی کے سامنے صورتحال یہ تھی کہ یا تو سیاسی محاذ جو تمام دوسری سرگرمیوں کا مرکزی محاذ ہوتا ہے کے بغیر ہی پارٹی کام کرتی یا کام کا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرتی اس صورتحال میں پارٹی کے سیاسی محاذ کے کارکنوں نے دوسرے جمہوری اور محب وطن حزب اختلاف کے عناصر سے مل کر وقتاً فوقتاً کثیر الطبقاتی جماعتیں بنائیں اس وقت یہ موقع نہیں تھا کہ پارٹی اپنے کھلے پلیٹ فارم رکھ کر دوسری

پارٹیوں سے شامل ہوکر سیاسی محاذ بناتے ورنہ دوسری صورت میں ہمارے پاس سیاسی محاذ ہی نہیں تھا۔

ملک میں کثیر الطبقاتی پارٹیوں میں مخصوص نوعیت کے متحدہ محاذ بنانے کا یہ تاریخی پس منظر ہے پارٹی کے علاوہ دوسری جمہوری اور سامراج مخالف طاقتیں یعنی قومی سرمایہ دار اور پیٹی بورژوازی کی بھی شکل یہی تھی کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔

تاریخی قافلہ آگے بڑھتا ہے۔ دو قومی نظریہ پر پہلے شدید حملے کا مشرقی بنگال میں جگتو فرنٹ کی شاندار فتح (۱۹۵۴ء) سے آغاز ہوا۔ جس کے بعد بنگالی کو اردو کے ساتھ قومی زبان تسلیم کیا گیا۔ ون یونٹ ۱۹۵۵ء میں بنا اور ۱۹۶۹ء میں ختم ہوگیا۔ فوجی جنتا کا براہ راست اقتدار ایوب خان کے مارشل لاء ۱۹۵۸ء سے شروع ہوا۔

لیکن پارٹی کے لیے سب سے سخت امتحان ماؤازم کے انحراف کا ۶۷-۱۹۶۸ء میں دنیا بھر کے مزدور تحریکوں پر حملہ تھا ۱۹۷۱ء تک ماؤازم بین الاقوامی شکست سے دوچار ہوچکا تھا۔ پارٹی کا بہت سا عنصر نکل گیا تھا لیکن ۱۹۶۸ء تک پارٹی نے خود کو بحال کر لیا تھا۔ اس سال پارٹی نے ایک حصہ کھولنے کا فیصلہ کیا اور سیکریٹری جنرل امام علی نازش کا نام دیا۔ کامریڈ نازش اس وقت بھی روپوش تھے۔ ماؤازم کا طوفان اور مارشل لاء کا تشدد بھی پارٹی کو ختم نہ کر سکا۔ پارٹی اس پوزیشن میں تھی کہ اگر رجعت پسند حکومت پارٹی کے کھلے حصے کے آگے روک لگا سکے تو دوسرا حصہ کھول دیا جائے سوشلسٹ کیمپ اور امن کیمپ کی بڑھتی ہوئی طاقت اور سوشلسٹ تعمیر کی طاقتور مثال لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی ایک کھلا حصہ رکھے بغیر ان لوگوں کو پارٹی کے قریب لانا مشکل تھا۔ ۱۹۷۵ء میں پارٹی نے کامریڈ جام ساقی کو بھی پارٹی کے نمائندے کی حیثیت سے ظاہر کر دیا۔ حالانکہ کامریڈ جام ساقی دس سال کی قید کے بعد رہائی ملنے پر ۱۹۸۶ء میں لوگوں میں گھومنے پھرنے کے لیے آزاد ہو سکے تھے

سندھ اور پنجاب میں ہونے والا استقبال پارٹی کے فیصلے کی درستگی کی تائید کرتا ہے۔

اس تاریخی پس منظر میں کثیر الطبقاتی شکل کے متحدہ محاذ تاریخی حالات کا تقاضا ہے ان کی نوعیت عارضی تھی لیکن ان کی مدت کے تعین کا انحصار پارٹی کی خواہش پر نہیں تھا اگر پارٹی کیلئے کھلے عام کے حالات سازگار ہوں تو متحدہ محاذ کی مخصوص شکل اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ درحقیقت یہ ضروری ہوگیا ہے کہ پارٹی کا مزید حصہ کھولا جائے کیونکہ دیوالیہ سامراج ہمارے ہی نعروں کا سہارا لے کر پارٹی اور عوام اور پارٹی اور مزدور طبقہ کے درمیان دیواریں کھڑی کر رہا ہے۔ لیکن اگر صورت حال بدتر ہوتی ہے تو پارٹی کے لیے یہی ایک راستہ باقی ہے۔

تنظیمی فرائض

تیسری کانگریس رفیقوں کے سامنے حسب ذیل فرائض پیش کرتی ہے۔

۱۔ شعور کی سطح کو بلند کیا جائے تاکہ عمومی اور خصوصی کو باہم مربوط کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جدید کی تشریح کرنے کے قابل ہو سکیں اور معاشرہ کی صحت مند رجحانات کو اپنے اندر سمو سکیں۔

۲۔ جمہوری پہل کاری کو فروغ دینے اور جمہوری لگن کو متحدہ رخ میں سمونے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔

۳۔ شعوری ادراک میں اضافہ سے رضاکارانہ لیکن آہنی ڈسپلن کو بڑھایا جائے۔

۴۔ اداروں کے ذریعے کام

۵۔ ترقی پسند لٹریچر کی تخلیق۔

پاکستان کا سوشلزم کی طرف راستہ

پارٹی نے اپنے سامنے قومی جمہوری انقلاب کی جدوجہد کے حسب ذیل مقاصد رکھے ہیں۔

۱۔ وسیع ترین سامراج دشمن محاذ قائم کرنا اور

حکمران طبقہ کو تنہا کرنا۔

۲۔ تمام طبقاتی محاذوں پر عوام کی وسیع تنظیم کاری

۳۔ تمام طبقوں اور حصوں کو جو سامراجی گرفت ختم ہونے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں متحد کرنا۔

۴۔ قومی حقوق کی جدوجہد کو عمومی جمہوری جدوجہد کا حصہ بنانا۔

۵۔ محب وطن سرمایہ داروں کے تمام حصوں کو عام جمہوری جدوجہد میں شامل کرنا۔

۶۔ سماج میں مختلف طبقوں کی جدوجہد کو متحد اور ہم آہنگ کرنا۔

۷۔ یہ بات نظر میں رکھتے ہوئے عوام کو متحد کرنا کہ انقلابی تبدیلیاں پارٹی نہیں بلکہ عوام لاتے ہیں۔

مندرجہ بالا مقاصد کو پورا کرنے کے لیے پارٹی حسب ذیل پروگرام پر عمل کرے گی۔

قومی جمہوری انقلاب کا پروگرام

۱۔ عوام کے اقتدار اعلیٰ کا بحالی

ایسے تمام فوجی، سیاسی، معاشی اور تہذیبی رشتوں کو بند کرنا جن سے سامراج اثر انداز ہوتا ہے اور کنٹرول کرتا ہے۔

(ا) پاکستان میں تمام امریکی فوجی اڈے، ہوائی اڈے اور سہولیات ختم کرنا۔

(ب) پاکستان کی سینٹرل کمانڈ میں شرکت ختم کرنا۔

(ج) عالمی امن اور نیوکلیائی ہتھیاروں سے پاک بحر ہند کے لیے جدوجہد کرنا۔

د افواج پاکستان کی تعداد میں کمی اور صرف ملکی دفاع کے لیے ان کا استعمال۔

عوام کے جمہوری حقوق اور غیر مشروط جمہوریت کی بحالی

(الف) سیکولر بنیادوں پر تمام سیاسی جماعتوں کی شرکت سے آزادانہ عام انتخابات کا انعقاد۔

(ب) دستور ۱۹۷۳ء میں منتخب نمائندوں کے ذریعہ ترمیم سے کالے قوانین ختم کرنا۔ مرکز کے اختیارات میں کمی کر کے اسے صرف دفاع خارجہ امور، کرنسی، پلاننگ اور رسل و رسائل تک محدود کرنا۔ سینٹ کو ختم کر کے قومیتوں کا ایوان قائم کرنا جس کو ایوان عوام کے ساتھ مؤثر قانون سازی کے اختیارات ہوں روزگار، گریجویشن تک مفت تعلیم اور مفت طبی امداد کی ہر شہری کے لیے ضمانت، مارشل لاء کے تمام قوانین کی منسوخی۔

(ج) تحریر، تقریر اور اجتماع کی مکمل آزادی۔

مثبت غیر جانبداری کی آزاد خارجہ پالیسی

(الف) علاقہ میں سامراجی دخل اندازی کی مخالفت

(ب) امریکی امداد کی داخلی معاملات میں مداخلت کا خاتمہ

(پ) تمام ہمسایوں سے اچھے تعلقات۔

(ج) سوشلسٹ ممالک سے باہمی مفاد کی بنیاد پر اچھے تعلقات۔

ہر قوم کو حق خود اختیاری کی تفویض

(الف) صوبوں کو قومی یونٹ میں تبدیل کرنا

(ب) اوپر ذکر کئے اختیارات کے علاوہ باقی اختیارات صوبوں کو دینا۔

(ج) محاصل کی وصولی کو قومی/صوبائی اختیار میں دینا قومی یونٹ مرکز کے لیے اپنا حصہ خود تجویز کریں۔

(ٹ) تمام یونٹوں کا مرکزی ملازمتوں میں متناسب حصہ

(ث) زمین کی الاٹمنٹ پر مرکز کا اختیار کم کرنا قبائلی پٹی اور چھاؤنیوں کو قومی و صوبائی یونٹ میں ضم کرنا۔

ج کالا باغ ڈیم ختم کرنا اور نئی جگہ کا سب قومی/صوبائی

یونٹوں کی مرضی سے تعین کرنا

(ہ) ہر قومی یونٹ میں ملازمت کا حق صرف اس یونٹ کے جائز ڈومیسائل باشندوں کو فراہم کرنا۔

(د) ہر قوم کی زبان قومی زبان تسلیم کرنا اور اس یونٹ میں کام کرنے والے سرکاری ملازمین کے لیے اس زبان کا سیکھنا لازمی قرار دینا

۵۔ جن صنعتی اداروں کو قومی ملکیت سے علیحدہ کیا گیا ہے انہیں دوبارہ قومی ملکیت میں لیا۔

۶۔ بیرونی قرضے منسوخ کر کے ملکی دولت کا دفاع کرنا۔

۷۔ پلاننگ کے ذریعے خود کفیل معاشی ترقی، تاکہ صنعت کاری کی اختیار تیز کر کے ملک کے داخلی وسائل کا زیادہ سے زیادہ صنعتی استعمال کیا جائے۔

۸۔ سوشلسٹ ممالک اور ہمسایہ ممالک سے صنعتی اور تجارتی رشتوں میں اضافہ کرنا۔

۹۔ مقامی تیار شدہ اشیاء کی بیرونی ممالک سے درآمد پر پابندی اور مقامی صنعت کو مراعات

۱۰۔ بیرونی کمپنیوں کے منافع اور عملے کے بارے میں پالیسی پر کنٹرول۔

۱۱۔ مقامی صنعت کو نئی ٹیکنالوجی کی فراہمی۔

۱۲۔ زرعی آمدنی پر سلائڈنگ اسکیل میں ٹیکس کا نفاذ

۱۳۔ کارپوریشنز کے لیے زرعی زمین کی خرید اور الاٹمنٹ پر پابندی

۱۴۔ زرعی اصلاحات کا نفاذ

۱۵۔ ۲۱ ایکڑ یا کم کے مالکان کے لیے بیج، کھاد، ٹیوب ویل وغیرہ کے لیے سرکاری امداد اور رعایتی قیمت پر ۳۸ ہارس پاور سے کم کے ٹریکٹر کی درآمد۔

۱۶۔ پریس کی آزادی کے خلاف تمام قوانین کی منسوخی

۱۷۔ نیشنل پریس ٹرسٹ کے اخبارات کی ان کے مالکان کو واپسی اور ان کے ملازمین کو تحفظ فراہم کرنا۔

۱۸۔ خواتین کو دوسرے درجے کا شہری قرار دینے والے اور دوسرے ایسے قوانین کی منسوخی۔

۱۹۔ کم از کم میٹرک تک مادری زبان میں تعلیم کا حق۔

۲۰۔ یونیورسٹی آرڈیننس کی منسوخی، تعلیمی اداروں اور ہوسٹلوں کے گرد دیواریں تڑوا دینا۔

۲۱۔ تعلیمی بجٹ کو دگنا کرنا۔

۲۲۔ ہر شہری کیلئے مفت طبی امداد پرائیویٹ ہسپتالوں پر پابندی، سرکاری ہسپتالوں میں پرچی فیس کا خاتمہ

۲۳۔ چھوٹے پیمانے کی صنعت کے لیے مراعات۔

۲۴۔ مذہبی معاملات میں سرکاری مداخلت کا خاتمہ۔

۲۵۔ مکمل تہذیبی آزادی

۲۶۔ مزدوروں کے سوداکاری کے حق کی مکمل آزادی سرکاری ایجنسیوں کی طرف سے مالکان کے حق میں مداخلت کا خاتمہ۔

۲۷۔ دیہی اجرتی مزدوروں کی یونینوں اور فیڈریشن کو تسلیم کرنا۔

۲۸۔ مزدوروں کی تنخواہ ایک تولے سونے کے برابر مقرر کرنا۔

۲۹۔ لازمی ملازمتوں کے قانون کا خاتمہ

۳۰۔ معاشی ڈیلی ڈھانچہ میں ترقی اور اضافہ

۳۱۔ پبلک ٹرانسپورٹ کو قومی ملکیت بنانا

۳۲۔ ٹھیکیداری نظام کا خاتمہ تاکہ مزدوروں کو تحفظ مل سکے ان کی پیداواری قوت میں اضافہ ہو سکے۔

۳۳۔ سوشلسٹ ممالک سے تعلیم حاصل کر کے آنے والوں کو ملازمتوں کی فراہمی۔

اپیل!

پاکستان کے عوام سے

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان اپنے ہم وطنوں سے، عوام سے، محنت کشوں اور جمہوریت پسندوں سے اپیل کرتی ہے۔ یہ ملک آپ کا ہے اس کی ترقی و خوشحالی کا مطلب آپ کی اور آپ کی آنے والی نسلوں کی ترقی اور خوشحالی ہے۔ اس ملک میں بے روزگاری، جہالت، افلاس کا مطلب آپ کے اور

آپ کی آنے والی نسلوں کے لیے مصائب ہیں۔

کمیونسٹ پارٹی آپ کی پارٹی ہے۔ آپ کی امنگوں اور آپ کی خواہشوں کے لیے لڑنے والی جدوجہد کرنے والی پارٹی ہے۔ محرومیوں اور تکلیف میں یہ آپ کے ساتھ ہے۔ آپ کے مفادات ہی اس کے مفادات ہیں۔ اور آپ اپنے مفادات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں یہ بات آپ نے بار بار ثابت کی ہے انتخابات میں اور عوامی تحریکوں میں، اس ملک کی تاریخ کے خالق آپ ہیں۔ کمیونسٹ پارٹی وعدہ کرتی ہے کہ حالات خواہ کچھ ہوں یہ آپ کے ساتھ رہے گی۔ اس کی طاقت آپ ہیں۔ پارٹی وعدہ کرتی ہے کہ سماج میں انقلابی تبدیلیوں کو لانے کی عظیم جدوجہد میں پارٹی کو آپ ہمیشہ اپنے ساتھ پائیں گے۔

مزدوروں سے دیہی شہری محنت کشوں سے

کمیونسٹ پارٹی آپ کی پارٹی ہے۔ اس میں آپ رگوں میں دوڑتے لہو کی طرح شامل ہیں۔ آپ کی جدوجہد نے پارٹی کو مضبوطی سے کھڑا رکھا ہے۔ اور آپ کے طبقاتی دشمنوں کے شدید حملوں کو ناکام بنانے کی طاقت دی ہے آپ ملک کے اندر بھی اور تمام دنیا میں شاندار روایات کے وارث ہیں حسن ناصر آپ کے طبقے کا فرد تھا جس نے ایوبی فوجی آمریت کے خلاف سر نہیں جھکایا اور اپنی جان قربان کر دی۔ نذیر عباسی بھی مزدور طبقے کا بیٹا تھا۔ جس نے جان دے دی، لیکن غاصب ضیائی حکومت کے آگے جھکنا منظور نہ کیا۔

یہ صرف آپ کا طبقہ ہے جس نے پاکستان کی پوری تاریخ میں ظلم و تشدد کے خلاف مزاحمت کی اور آزادی اور جمہوریت کے لیے اور سوشلزم کے لیے اپنی جانوں کی قیمت پر جدوجہد کی ہے۔ آپ سائٹ اور لانڈھی کے مزدور ہیں۔ آپ ملتان کے مزدور ہیں، کوئٹہ کے کان کن ہیں، ریلوے مزدور ہیں۔ آپ سائٹ اور لانڈھی میں اپنے حقوق کے لیے جانیں دینے والے مزدور ہیں۔ آپ ملتان میں فوجی جنتا کی شہ اور پشت پناہی پر گولیوں چلانے والے مل مالکان کے ظلم کا نشانہ بننے والے مزدور ہیں، آپ نقل مکانی کرنے والے مزدور ہیں جنہیں اپنا گھر بار چھوڑنے اور ذریعہ معاش کی تلاش اور دور دراز سفر پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ جس سے آپ کے لیے اور اس طرح مقامی لوگوں کے لیے مسائل پیدا ہوئے جہاں آپ ٹھہرنے پر مجبور ہیں۔ آپ ہشت نگر، پٹ فیڈر پنوں عاقل اور کالا باغ اور ملک بھر کے کسان ہیں آپ پیدا کرتے ہیں لیکن کھاتا آپ کا دشمن ہے۔ آپ صنعتی پیداوار دیتے ہیں اور اسے استعمال آپ کے استحصالی کرتے ہیں۔ جب آپ مضبوط ہوتے ہیں آپ کے دشمن کمزور ہوتے ہیں۔ آپ کا انحصار خود اپنے اوپر ہے جبکہ آپ کے استحصالی آپ پر انحصار کرنے پر مجبور ہیں عوام کو متحدہ کیجیے اپنی صفوں کو مضبوط کیجیے اپنی پارٹی کو مضبوط بنائیے۔ اپنی عوامی تنظیموں کی وسعت اور طاقت دیجیے۔ آگے بڑھیے۔ آزادی کی طرف، قومی جمہوری انقلاب کی طرف۔

جمہوریت پسندوں اور ترقی پسندوں سے

پارٹی تمام جمہوریت پسندوں سے اپیل کرتی ہے کہ عوام کی راہنمائی کے لیے سماج میں تبدیلیوں کے لیے اپنا تاریخی کردار ادا کرنے کے لیے آگے بڑھیں، پارٹی یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ عوام کی راہنمائی کی اجارہ دار ہے۔ آپ برابر کے ذمہ دار ہیں آپ کے مفاد اور محنت کشوں کے مفادات ایک ہیں آپ اپنے وسائل اور تعلیم کے ذریعے اس کمی کو پورا کر سکتے ہیں جس کا سامنا محنت کشوں کی اکثریت کو ہوتا ہے تاریخ نے یہ فرض آپ پر عائد کیا ہے آگے بڑھیے۔

پارٹی تمام ترقی پسندوں سے اپیل کرتی ہے کہ اپنے اختلافات ختم کر دیں۔ اور ملک میں انقلابی تبدیلیوں کے لیے اپنی طاقتیں مجتمع کریں۔ ہمیں تقسیم کرنے والے مسائل معمولی نوعیت کے ہیں۔ جبکہ ہمارے اتحاد کا تقاضا کرنے والے

مسائل اس عہد کی تاریخ کے اہم مسائل ہیں پارٹی میں شامل ہونا آپ کی صوابدید پر منحصر ہے۔ لیکن یہ بات آپ بھی جانتے ہیں کہ کمیونسٹ تحریک، کمیونسٹ پارٹی سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔

سوشلزم کسی گروپ کی اجارہ داری نہیں ہے بلکہ اس کی بنیادی شرط طبقاتی شعور ہے۔ آراستہ مزدور طبقہ کے اتحاد کی بنیاد پر عوام کا وسیع اتحاد ہے پارٹی امید کرتی ہے۔ کہ سماج سے ہمیشہ کیلئے استحصالی نظام کے خاتمہ کے لیے آپ پارٹی سے مظلوم طبقوں سے اتحاد متحد ہونے کے لیے آگے بڑھیں گے۔

قوم پرستوں اور محب وطن سرمایہ داروں سے

پارٹی تمام قوم پرستوں سے اپیل کرتی ہے کہ پارٹی اس حقیقت کو نہیں چھپاتی کہ ہم قوم پرست نہیں ہیں۔ لیکن یہ ہمارا ناقابل شکست یقین ہے کہ ہر قوم کو مکمل قومی حقوق حاصل ہونا چاہیئے ہم نے ون یونٹ کے خلاف کسی سے کم جدوجہد نہیں کی۔ ہماری نظر میں پاکستان کی قومیتوں کو اپنے قومی حقوق کے لیئے طویل جدوجہد کرنی ہے۔ ہم اس دشوار گزار راستہ پر آپ کے ساتھ ہیں ہم اس منزل پر اس وقت پہنچ سکیں گے۔ اگر ساتھ چلیں گے اگر ہم میں اتحاد نہ ہوا تو ہم میں سے کوئی بھی نہ آپ نہ ہم منزل پر پہنچ سکیں گے۔ ہماری اس اتحاد کے لیے کوئی شرط نہیں ہے۔ ہم صرف ایک بات پر زور دیتے ہیں جس پر عوام دوست قوم پرست متفق ہیں قومی حقوق خواہ وہ کسی حد تک ہوں حکمران طبقوں، فوجی جنتا یا سامراج سے خیرات میں نہیں مل سکتے بلکہ صرف اور صرف عوام کی جدوجہد سے جیتے جا سکتے ہیں۔

مزدور طبقہ کی پارٹی پاکستان کے محب وطن سرمایہ داروں سے اپیل کرتی ہے کہ آپ، جو اپنی خوشحالی کو ملک کی خوشحالی سے مربوط سمجھتے ہیں۔ جو صنعتی ترقی چاہتے ہیں۔ اور اندرونی منڈی میں پھیلاؤ اور اضافہ چاہتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ ملک کی دولت میں سے سامراج کو ایک بڑا حصہ نہ دیا جائے جو صنعتی ترقی کے لیے آزادی چاہتے ہیں۔ آپ کا اور ہمارا مفاد ایک ہے۔ آپ کا ہم سے اتحاد نہ صرف مزدور طبقہ کے لیے بلکہ پورے ملک کے لیے فائدہ مند ہوگا۔

طلبہ سے

آپ سماج کے وہ خوش قسمت بیٹے اور بیٹیاں ہیں جو تعلیم اور ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں آپ بلاشک سماج کی خدمت کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمارا سماج دو حصوں میں تقسیم ہے ایک طرف حکمران اور استحصال کرنے والے ہیں جن کی راہنمائی سامراج کرتا ہے دوسری طرف عوام ہیں جن کا رہنما مزدور طبقہ ہے آپ کو طے کرنا ہوگا کہ آپ کس کے ساتھ ہیں عوام کے یا عوام پر ظلم کرنے والوں کے، آپ کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ آپ اپنا کیریئر بنانے اور اس طرح سوسائٹی کا خوف چوس کر زندہ رہنے والوں میں شامل ہوں گے یا عوام کے وفادار اور بیٹوں کی طرح ایک نئے سماج کی تعمیر میں حصہ لیں گے عوام کو آپ سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

خواتین سے

پارٹی آپ سے اپیل کرتی ہے۔ آپ جو سماج کے طبقات میں تقسیم ہوتے ہی مظلومیت اور نابرابری کے بوجھ تلے دب گئیں آپ جو طبقاتی سماج میں ہمیشہ نچلے درجے کے سلوک کے مستحق رہی ہیں جنہیں اپنے اوپر بھی اختیار نہیں رہا۔ جنہیں ۱۹۸۱ کی رجعت پسندی کی شدید لہر کا سب سے زیادہ سامنا کرنا پڑا جن کی سماجی نابرابری کو قانون کے ذریعے مستند کر دیا گیا۔ آپ کی جگہ صرف آپ کے گھروں میں نہیں ہے عوام میں ہے۔ عوام کی جدوجہد میں ہے جبر کا سامنا کرنے کیلئے آگے بڑھیں۔

علماء اور مذہبی اہل الرائے حضرات سے

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی آزادی پر ناقابلِ شکست یقین رکھتی ہے۔ اور مذہبی عقائد کی آزادی میں ریاستی مداخلت کی سخت مخالف ہے۔ پارٹی تمام مذاہب کا احترام کرتی ہے۔ پارٹی تسلیم کرتی ہے کہ برصغیر ہند کی آزادی کیلئے مذہبی علماء نے انتہائی وسیع اور اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور پارٹی کو یقین ہے کہ قوم کو درپیش مسائل حل کرنے میں سامراجی استحصال اور عوام دشمن پالیسیوں سے نجات کیلئے عوام کے اقتدار اعلیٰ، خوشحالی اور انسانی حقوق کے

احترام کو بحال کرنے کی جدوجہد میں ہمارے علماء کرام اپنا مؤثر کردار ادا کریں گے۔ پارٹی آپ سے اپیل کرتی ہے کہ آپ کی اصل جگہ پاکستان کے مظلوم عوام کے ساتھ ہے۔ انہیں کے ساتھ دینے کیلئے آگے بڑھیے۔

۱۹۸۹ء پارٹی کیلئے ایک اہم سنگ میل ہوگا۔ پارٹی کی تیسری کانگریس کا سال پارٹی کی یک جہتی عوام میں جڑیں پھیلنے کا۔ امن اور پیرسٹرائیکا کے پس منظر میں تیز رفتار ترقی کا اور عالمی سرمایہ داری کی مزید شکستوں کا سال ہوگا۔

بقیہ سیاسی قراردادیں

فلسطین

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی یہ تیسری کانگریس

فلسطینی عوام کی بہادرانہ جدوجہد انقلابی جذبے اور قربانیوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کے عظیم مقاصد کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کرتی ہے۔

پارٹی سمجھتی ہے کہ فلسطینی عوام کی جدوجہد کے نئے دور نے اسرائیلی فوجی مشینری کو بے بس کر کے رکھ دیا ہے۔ جلاوطن فلسطینی ریاست کے قیام نے فلسطینی عوام کی جدوجہد کو نیا جوش عزم اور حوصلہ بخشا ہے۔ اور ایک آزاد وطن کا حصول آج ان کے لئے زیادہ حقیقی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ پارٹی کی تیسری کانگریس فلسطینی عوام کی آزادی ترقی اور خوشحالی کی خواہاں ہے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس

سیاسی قراردادیں

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس

عالمی علاقائی اور ملکی بحران کے موجودہ گہرے اور وسیع تضادات کو محسوس کرتے ہوئے یہ سمجھتی ہے کہ عالمی بحران مزید نمایاں ہو رہا ہے جس کی وجہ سے عالمی سماجی سیاسی اور سماجی اقتصادی تنازعات میں سامراجی مفادات واضح ہو گئے ہیں۔ کرہ ارض پر اس وقت زندگی اور امن کی بقاء ایک نازک ترین دور میں داخل ہو چکی ہے اس وقت دنیا میں ایک منٹ میں فوجی مقاصد کیلئے ۱۵ ملین ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں جبکہ ۸۰۰ ملین افراد مکمل غربت کی حالت میں ہیں اور افریقہ میں ۱۵۰ ملین افراد قحط کا شکار ہیں۔ ترقی پذیر اقوام نے گذشتہ دہائی میں سالانہ ۲۰۰ ملین ڈالر تک فوجی اخراجات کیلئے مختص کئے اور یہ رقم ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سالانہ فوجی بجٹ کے مساوی رہی ہے۔

حالیہ برسوں میں امریکی فوجی کثیر القومی کارپوریشنوں نے ترقی پذیر اقوام میں علاقائی تنازعات کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور صرف عرب ممالک نے ۸۰ - ۱۹۷۸ء کی درمیانی مدت میں تیل کے بدلے میں کثیر القومی کارپوریشنوں سے ۳۴ بلین ڈالر کا اسلحہ خریدا اسی طرح عالمی طور پر ماحولیاتی آلودگی، بیرونی خلاء کا پرامن استعمال، ترقی پذیر ممالک پر بڑھتے ہوئے سامراجی قرضوں کا بوجھ نیا عالمی اقتصادی نظام اور دیگر مسائل سنگین شکل اختیار کر گئے ہیں۔ ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ بالخصوص ترقی پذیر ممالک میں جہاں کثیر القومی سرمائے سے مکمل ہونے والے بڑے صنعتی ادارے موجود ہیں۔ سنگین شکل اختیار کر گیا ہے۔ جسکی ایک مثال بھارت میں سانحہ بھوپال ہے معذور ہوئے۔ بیرونی خلاء کا مسئلہ امریکہ کے اسٹریٹجک ڈیفینس انشیو (ایس ڈی آئی) کی بناء پر کرہ ارض پر زندگی کی بقاء کیلئے سنگین شکل اختیار کر رہا ہے۔ ۱۹۸۳ء کے بعد بیرونی خلاء کے پرامن مقاصد کے استعمال کی نسبت فوجی مقاصد کا بجٹ کئی گنا بڑھ گیا ہے۔ جو کہ اس سے قبل اس مقصد کیلئے مختص بجٹ کا ۳۰ فیصد سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ ترقی پذیر ممالک کے معاشی ڈھانچہ میں کثیر القومی کارپوریشن اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ اس وقت ترقی پذیر ممالک میں ۱۱ ہزار سے زائد کثیر القومی کارپوریشن اپنی ۸۰ ہزار شاخوں کے ساتھ موجود ہیں اور ترقی پذیر اقوام کی ۴۰ فیصد سے زائد صنعتی پیداوار ان کے کنٹرول میں ہے۔ سامراجی ممالک نے پروپیگنڈے کا ایک بین الاطلاعاتی نظام قائم کیا ہے۔ جبکہ ایک مظہر افغانستان کی انقلابی حکومت کے خلاف اس نے دیکھ سکتا ہے۔ امریکی سی آئی اے نے اس سلسلہ میں ایک مخصوص شعبہ قائم کر رکھا ہے۔ اس وقت دنیا میں امریکہ کے ۵ ہزار ریڈیو اسٹیشن موجود ہیں۔ سی آئی اے ( ) نے ۸ سو کے قریب اطلاعاتی مراکز قائم کر رکھے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک ۱۹۸۰ء میں ۵۴۵ء۷ بلین ڈالر کے مقروض تھے۔ جو ان کی خام قومی پیداوار (جی این پی) کا ۳۳ فیصد تھا جبکہ ۱۹۸۷ء میں یہ قرضہ بڑھ کر ۹۸۴ بلین ڈالر تک پہنچ گیا جو کہ ان کی جی این پی کا ۵۳ فیصد تھا۔ کمیونسٹ پارٹی آف سوویت یونین کی ۲۷ ویں کانگریس میں اختیار کردہ نئے پروگرام نے عالمی سیاسی منظر میں نمایاں تبدیلی لائی ہے۔ کامریڈ گورباچوف کی جانب سے عالمی امن اور ترقی کیلئے ٹھوس اقدامات نے ان پہل کاریوں کو نمایاں طور پر آگے بڑھایا ہے۔ تشکیل نو (پرسٹرائیکا) کے سیاسی پروگرام کی نئی سوچ کے تحت امن کیلئے ایک نئی اور عالمگیر لہر ابھری ہے ۲۰۰۰ء تک کرہ ارض کو ایٹمی اور کیمیائی ہتھیاروں سے پاک کرنا، یورپی مشترکہ گھر ایشیائی سلامتی کانفرنس، نکاتی منصوبہ اور عالمی فوجی تنظیموں کو اقتصادی تعاون کے اداروں میں تبدیل کرنا محض تصورات نہیں ہیں بلکہ انسانی امنگوں کا مظہر ہیں۔ ان مقاصد کیلئے کامریڈ گورباچوف نے کرہ ارض پر بسنے والے ترقی پسند اور امن پسند انسانوں کی آرزوں کی ترجمانی کی ہے۔ آئی این ایف "علاقائی تنازعات کے حل مشرقی یورپ سے یکطرفہ امن اقدامات نے سوویت یونین کے روایتی حریفوں کی صفوں میں شگاف ڈال دیئے ہیں۔ فاٹو میں مغربی جرمنی اور سکنڈے نیوین ممالک نے سوویت اقدامات کا کھلے دل سے خیر مقدم کیا ہے جبکہ امریکہ اور برطانیہ کے پاس کوئی متبادل نہیں۔ جس سے وہ اپنے حلیفوں کو مجبور کر سکیں۔ سوویت یونین کے ان اقدامات نے محنت کش طبقہ اور اس کی پارٹی کی سماج کی ہر سطح پر شعوری برتری کو مکمل طور پر ایک بار دوبارہ ثابت کر دیا ہے۔ اسلئے دنیا بھر میں مزدور طبقہ کی سیاسی پارٹیاں سوویت پارٹی کو خراج تحسین پیش

کر رہی ہیں۔

کامریڈ میخائل گورباچوف کا حالیہ دورہ عالمی جمہوریہ چین اور چینی کمیونسٹ پارٹی کے رہنما کامریڈ ڈینگ ژیاؤ پنگ اور دوسرے چینی رہنماؤں سے ان کی ملاقاتیں عالمی کمیونسٹ تحریک کا ایک نیا اور صحت مند ابھار ہیں۔ جس سے عالمی مزدور تحریک کے ایکتا اور یکجہتی کیلئے نئے اور شاندار امکانات پیدا ہوئے ہیں۔ کامریڈ گورباچوف کے دورے سے نہ صرف دونوں سوشلسٹ ممالک کے دو طرفہ تعلقات میں نمایاں بہتری پیدا ہوئی ہے بلکہ عالمی، علاقائی صورتحال اور عالمی مزدور تحریک پر بھی اس کے گہرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کامریڈ گورباچوف کے دورے کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس توقع کا اظہار کرتی ہے کہ چین کی کمیونسٹ پارٹی کے رہنما خیر سگالی کے اس حقیقی مظہر کو آگے بڑھانے اور عالمی مزدور تحریک کو متحد کرنے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان یہ محسوس کرتی ہے کہ پیپلز ڈیموکریٹک آف افغانستان اور اس کی دلیرانہ قیادت میں افغانستان کے بہادر عوام نے مادر وطن کے دفاع اور انقلاب کی بقاء کیلئے جو عظیم الشان قربانیاں دی ہیں وہ عالمی مزدور تحریک کا عظیم سرمایہ ہیں۔ جینوا معاہدہ پر دستخط ہونے کے بعد افغانستان میں امریکی سامراج اور پاکستانی فوج شہر مناک گٹھ جوڑ مکمل طور پر بے نقاب ہو چکا ہے اور بالخصوص آئی ایس آئی ان واقعات میں جس طرح ملوث ہے اسے پاکستان کے عوام کی حمایت حاصل نہیں۔ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان، افغانستان کے بہادر کامریڈوں اور صدر ڈاکٹر نجیب کی جرات مندانہ قیادت کو خراج تحسین پیش کرتی ہے اور یہ یقین دلاتی ہے کہ پارٹی ان کی جدوجہد کو اپنی جدوجہد سمجھتی ہے۔

نمیبیا کی آزادی، انگولا، کمپوچیا، منگولیا اور مشرقی یورپ میں امن کیلئے نئے اور ٹھوس اقدامات آزاد (جلاوطن) فلسطینی ریاست کے قیام کا اعلان ایران، عراق جنگ بندی اور افغانستان پر معاہدہ جینوا عالمی تبدیلیوں کے ایسے مظہر ہیں جنہوں نے امن اور ترقی کی قوتوں کے آگے بڑھنے کیلئے نیا سازگار ماحول تشکیل دیا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان غیر وابستہ تحریک میں ابھرنے والے صحت مند رجحانات کو مثبت طور پر دیکھتی ہے۔ بالخصوص ہراریے میں غیر وابستہ تحریک کی حالیہ وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں افغانستان سے متعلق غیر وابستہ ممالک کا رویہ معروضی اور حقیقت پسندانہ رہا ہے۔ غیر وابستہ تحریک کرہ ارض پر فوجی مسابقت علاقائی تضادات اور عالمی پسماندگی کے خاتمہ کیلئے اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ غیر وابستہ تحریک اور سوشلسٹ ممالک کے درمیان وسیع تر تعلقات کی بنیادیں رکھی جائیں کیونکہ عرصہ حاضر میں صنعتی و معاشی ترقی پذیر ممالک کیلئے سوشلسٹ کیمپ کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ غیر وابستہ تحریک کی عالمی امن اور استحکام کیلئے حالیہ کوششوں کی بھرپور حمایت کرنی چاہئے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان سارک ممالک میں علاقائی تعاون و ترقی کیلئے نئی ابھرنے والی خواہشات کو جنوبی ایشیاء میں پائیدار امن اور استحکام کیلئے ایک صحت مند علامت قرار دیتی ہے تاہم یہ واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے کہ تعاون کی موجودہ سطح حقیقی ضرورتوں سے بہت کم کئے جن کی ایک وجہ جہاں بعض رکن ممالک کے درمیان تلخ ماضی سے ابھرنے والا نفسیاتی رویہ ہے وہاں دوسری وجہ ان ممالک میں رجعت پسند قوتوں کا رویہ بھی ہے۔ جو اس تنظیم کے مخالف ہیں۔ سارک کو عملی اور موثر بنانے کیلئے ضروری ہے کہ اس ادارے میں عالمی امن، بحر ہند کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک علاقہ قرار دینے اقتصادی ثقافتی تعلیمی اور سائنسی تعاون کے امکانات کو زیر بحث لایا جانا چاہئے۔ اس تنظیم میں جمہوریہ افغانستان کو بھی مکمل رکنیت دی جائے، تاکہ یہ تنظیم صحیح معنوں میں مکمل اور متحرک ہو سکے۔ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان گزشتہ دسمبر میں سارک سربراہ کانفرنس کے موقع پر پاکستان اور بھارت کے درمیان خیر سگالی کے جذبات کی خیر مقدم کرتی ہے اور یہ توقع کرتی ہے کہ جنوبی ایشیاء میں پائیدار امن اور سلامتی کیلئے سازگار فضا قائم کرنے میں تمام ممالک اپنا لازمی کردار ادا کریں گے۔ پارٹی سارک ممالک پر یہ زور دیتی ہے کہ وہ بحر ہند کو امن کا خطہ قرار دیں۔ ڈیگو گارشیا سمیت تمام فوجی اڈے ختم کرنے۔ علاقائی تنازعات کو دو طرفہ بات چیت سے حل کرنے اور دیگر متعلقہ امور کے بارے میں مشترکہ حکمت عمل اختیار کریں۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان ملک میں عوام کے جمہوری حق کی بحالی کا خیر مقدم کرتی ہے۔ گو کہ یہ حق مشروط اور نامکمل ہے۔ موجودہ مشروط جمہوریت پاکستان میں اقتدار کے حقیقی مراکز کی کوکھ سے جنم پذیر ہو گئی ہے۔ لیکن عوام نے اس کیلئے بہت بڑی قربانیاں دی ہیں۔ وزیر اعظم محترمہ بینظیر بھٹو کو نامکمل اقتدار کے ساتھ فوجی آمریت کا مکمل ورثہ سونپا گیا ہے۔ خارجہ اور دفاعی امور کے اختیارات مکمل طور پر اقتدار کے نقاب پوش، مراکز میں ہیں۔ عوام جمہوریت کی حقیقی منزل سے ابھی بہت دور ہیں۔ پاکستان میں طویل فوجی آمریت کے اثرات، اختیارات کا ارتکاز اور غیر منتخب حکومت کی پالیسیوں کا تسلسل یہ واضح کرتا ہے کہ عوام نے جس مقصد کی خاطر قربانیاں دی تھیں حاصل کرنا باقی ہے۔ ملک اس وقت ہمہ جہتی سماجی بحران سے گذر رہا ہے۔ بالائی ریاستی طبقاتی ساخت میں سول اور فوجی نوکر شاہی کا کردار باوجود جمہوری حکومت کے حاوی ہے۔ افغانستان کی جنگ، عالمی بنک اور آئی ایم

ایف سے معاہدوں کی پابندی اور شرائط کی تکمیل بالائی ریاستی ساخت میں فوجی آمریت کے عوام دشمن اقدامات کا تسلسل ہے۔ پاکستان جو اس وقت اپنے سالانہ بجٹ کا ۴۰ فیصد سے زائد فوجی اخراجات اور بیرونی قرضوں اور سود ادائیگی کیلئے ۳۶ فیصد سے زائد مختص کرتا ہے۔ معیشت کی نمو سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی تعلیم، سماجی بہبود اور صحت اور دیگر پیداواری و سماجی شعبوں کیلئے زیادہ وسائل مہیا نہیں رکھتا۔ فوجی آمریت نے پاکستان کے سیاسی معاشی بحران کو گہرا کیا ہے۔ ملک غیر پیداواری قرضوں کے جال میں جکڑا گیا ہے بے روزگاری، غربت ناخواندگی میں اضافہ ہوا۔ تجارتی توازن مسلسل ناموافق ہے۔ افراط زر اور مہنگائی شدت اختیار کر گئی ہے۔ منشیات کالے دھن اور منفی ذرائع سے دولت اکٹھی کرنے کے حکمرانوں کے عمل نے سماج پر بھی گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ اور ناجائز ذرائع کا دھارا نجی طبقات کی جانب بھی وسیع ہوا ہے۔ پاکستان کا موجودہ منتخب ڈھانچہ پوری مہارت سے قائم کیا گیا ہے۔ اقتدار کے حقیقی مراکز میں طے کر لیا گیا تھا کہ نہ تو کسی ایک کو مکمل طاقت بننے دینا ہے اور نہ ہی ترقی پسند دشمن خیال اور سامراج دشمن جمہوری قوتوں کو نمایاں ہونے دینا ہے۔ اور: آئی جے آئی جس کے بارے میں پارٹی ابتدا ہی سے یہ قرارداد دیتی رہی ہے کہ یہ اقتدار کے حقیقی مراکز میں سے ایک یعنی فوجی ٹولے کا سیاسی چہرہ ہے۔ اپنا تفویض شدہ کردار پوری مہارت سے ادا کر رہی ہے۔ یہی وہ گروہ ہے جو تقسیم افغانستان کیلئے فوجی ٹولے اور آئی جے آئی کے عزائم کی تکمیل کیلئے مخصوص سیاسی کردار ادا کر رہا ہے۔ جوں مادر وطن کے مستقبل سے کھیلنے کے مترادف ہے سامراج بیک وقت بنیاد پرست ملائیت نسل پرستی اور تنگ نظر قوم پرستی کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کر رہا ہے۔ جسکا اصل مقصد خطہ میں سامراجی مفادات کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔ پارٹی یہ قرار دیتی ہے کہ آئی جے آئی کی سیاست سے بے دخلی اور شکست ملک کی بقاء اور ترقی کیلئے ناگزیر ہے۔ اس لئے تمام وطن دوست جمہوریت پسند اور ترقی پسند قوتوں کا یہ مشترکہ فریضہ ہے کہ وہ آئی جے آئی کے خلاف ناقابل مصالحت رویہ اختیار کرتے ہوئے اسے عوام میں ہر سطح پر بے نقاب کریں اور اسے فوجی عدالتوں کے فیصلے اور فوجی جنتا کی حکمت عملیوں کو تبدیل کئے بغیر حقیقی جمہوریت کی جانب نہیں بڑھا جا سکتا ہے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان سامراج کی بڑھتی ہوئی مداخلت کو محض ملک کو طفیلی منڈی میں تبدیل کرنے کی حکمت عملی نہیں سمجھتی جبکہ یہ محسوس کرتی ہے کہ سامراج کے مفادات پورے خطے کی سیاسی جغرافیائی صورتحال کا حصہ ہیں۔ اس لئے پورے خطہ میں امن استحکام اور ترقی کو گہرے خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ پارٹی خطہ کے امن دوست قوتوں کے درمیان وسیع تر اشتراک عمل کی ضرورت کا احساس دلاتی ہے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان ملک میں ظاہری اقتدار کی سیاسی تقسیم پنجاب اور مرکز کی کشمکش، بلوچستان کی رجعتی قوتوں میں بی این اے کے نئے کردار نسل پرستی اور علاقائیت کے رجحانات، سندھ میں نسلی فسادات، اور بنیاد پرستی کے بڑھتے ہوئے مظاہر کو سامراجی فوج آئی ایس آئی اور دیگر بالادست گروہوں کے مفادات کا حصہ سمجھتی ہے۔ پارٹی ان مفادات کے خلاف اپنی جدوجہد کا اعلان کرتی ہے۔ اور عوام سے اپیل کرتی ہے۔ کہ وہ اس جدوجہد میں اس کے ساتھ متحد ہوں تاکہ ملک میں حقیقی جمہوری متبادل کا مقصد پورا ہو سکے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان یہ محسوس کرتی ہے کہ ابھی ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ عالمی امن کیلئے سوویت کوششوں کو تقویت دی جا سکے۔ ماحولیاتی آلودگی، بیرونی خلاء کے پر امن استعمال اور سائنس و ٹیکنالوجی کی انسان دوست ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ نئے منصفانہ عالمی اقتصادی نظام، قرضوں کا بحران، تجارتی عدم توازن اور دیگر عالمی اقتصادی مسائل کو حل کیا جائے۔ خطہ میں امن استحکام اور ترقی کیلئے بالخصوص افغانستان پر معاہدہ جینوا پر عمل درآمد کیلئے جدوجہد کی جائے۔ پریسٹرائیکا، گلاسنوسٹ اور ڈیموکریٹائیزیشن کے عالمگیر اثرات کو تقویت دی جائے۔ جنوبی ایشیا میں امن اور ترقی کیلئے نئے حاصلات کو توانائی دی جائے خطہ کے عوام کو اس جدوجہد میں شریک کیا جا سکے۔ علاقائی تنازعات کا دوطرفہ مذاکرات کے ذریعے پر امن حل تلاش کیا جائے۔ پاکستان میں اقتدار کے خفیہ مراکز کا خاتمہ اور عوام کی حقیقی اقتدار اعلیٰ کی بحالی کے لئے بھرپور جدوجہد منظم کی جائے۔ ریاستی حکمت عملیوں کو قومی مفادات کے ہم آہنگ کیا جائے ملک سے غربت بے روزگاری ناخواندگی پسماندگی کے خاتمہ قومی نابرابری کے خاتمہ کے لئے ایم آر ڈی کی قرارداد پر عمل درآمد کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔ عالمی مالیاتی اداروں اور ان کے ماہرین کی بجائے ملک کے وسائل ذہانت پر اعتماد قائم کیا جائے۔ علاقائی ثقافتوں کو ترقی دی جائے مادری زبان میں تعلیم کا حق تسلیم کیا جائے منشیات کے خاتمہ نسل پرستی، تنگ نظر قوم پرستی فرقہ وارانہ اور لسانیاتی مفادات، بنیاد پرستی اور فوجی آمریت کی باقیادت کے خلاف جدوجہد کو آگے بڑھانے کے لئے عوام کو ہر سطح پر شریک کیا جائے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان ان مقاصد کی تکمیل کے لئے درج ذیل اہداف کا اعلان کرتی ہے۔

- عوام کی موجودہ جمہوری حقوق جو بہت بڑی قربانیوں کے ذریعے حاصل ہونے کا تحفظ کیا جائیگا اور اسے عوام کے حقیقی اقتدار اعلیٰ میں تبدیل کرنے اور حقیقی جمہوری متبادل کی تشکیل کیلئے بھرپور جدوجہد کی جائے گی۔
- پارٹی اس مقصد کیلئے عوام کے پاس جائے گی۔ اور خود کو عوام کے

ساتھ براہ راست مربوط کرے گی۔

○ سامراج دشمن جمہوری قوتوں کو ویٹ ڈیموکریٹک فرنٹ کے ذریعے متحد کر کے فعال جدوجہد شروع کرے گی۔

○ عوام کو تقسیم کرنے والے رجحانات نسل پرستی، تنگ نظر قوم پرستی، بنیاد پرستی فرقہ وارانہ اور دیگر منفی حربوں کے خلاف جدوجہد کرے گی۔

○ پارٹی عوام کے تمام بنیادی اور شہری حقوق کا تحفظ کرے گی اور ملک سے غربت بے روزگاری، افراط زر ناخواندگی اور پسماندگی کے خلاف بھرپور مہم چلائے گی۔

○ پارٹی مظلوم قومیتوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کروانے اور پاکستان کو قوموں کا رضاکارانہ الحاق بنانے کے لئے جدوجہد کرتی رہے گی۔

○ پارٹی آئین میں آٹھویں ترمیم کا خاتمہ اور ایم آر ڈی کی طے شدہ صوبائی خودمختاری کے حصول کے لئے کوشش کرے گی۔

○ پارٹی عالمی امن کے فروغ جنیوا معاہدہ پر مکمل عمل درآمد اور خطہ میں امن ترقی اور استحکام کیلئے اپنا کردار ادا کرے گی۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان ملک کے مزدور طبقہ، محنت کش عوام، طلباء، وکلاء، دانشوروں، اساتذہ، علمائے حق سے اپیل کرتی ہے کہ وہ پارٹی کے پرچم تلے اس جدوجہد کیلئے متحد ہو کر آگے بڑھیں۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس یہ محسوس کرتی ہے کہ سرائیکی قومیت ساختی عمل سے گزر رہی ہے۔ پارٹی سرائیکی ادب و ثقافت کے فروغ اور علاقہ میں معاشی و سماجی ترقی کیلئے مطالبات کی حمایت کرتی ہے۔ سرائیکی ثقافت کو ذرائع ابلاغ میں موثر نمائندگی دی جائے۔ تعلیمی اداروں اور ملازمتوں کیلئے حقوق میں اضافہ کیا جائے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس برصغیر کی جدوجہد آزادی کے عظیم راہنما اور برطانوی سامراج کے خلاف سرگرم سچے مجاہد خان عبدالغفار خان کی شاندار خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتی ہے۔ خان عبدالغفار خان قومی نجات کی جدوجہد میں صف اول کے ایک عظیم راہنما اور تحریک آزادی کا تسلسل تھے۔ ان کی وفات برصغیر کے عوام کا مشترکہ المیہ ہے۔ پارٹی اس عزم کا اظہار کرتی ہے کہ برصغیر کے عوام متحرم خان عبدالغفار خان کی خدمات اور جدوجہد کو کبھی فراموش نہیں کرے گی۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس کامریڈ فیض احمد فیض، کامریڈ سبط حسن، کامریڈ گل خان نصیر، سیف خالد کی وفات کو پاکستان میں مارکسی انقلابی جدوجہد میں ایک عظیم المیہ قرار دیتی ہے۔ پارٹی اس عزم کا اظہار کرتی ہے کہ ان عظیم ساتھیوں کا فکری ورثہ پارٹی کے کارکنوں کیلئے ہمیشہ قابل فخر رہے گا اور پارٹی ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس برصغیر کے بزرگ بالشویک کمیونسٹ انقلابی راہنما دادا امیر حیدر کیلئے نیک خواہشات اور صحت یابی کیلئے اپنی تمناؤں کا اظہار کرتی ہے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس بالائی پنجاب (خطہ پوٹھوہار) کے بڑھتے ہوئے مسائل بالخصوص فوجی بھرتی کے طے شدہ مقصد کیلئے صنعتی ترقی کی حوصلہ شکنی کے کے رجحانات کی مذمت کرتی ہے پارٹی مطالبہ کرتی ہے کہ اس علاقہ میں صنعتی ترقی اور روزگار کی فراہمی کیلئے خصوص اقدامات کیئے جائیں۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس وفاقی دارلحکومت اسلام آباد کے کم آمدنی والے ملازمین اور شہریوں کے مسائل پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس مطالبہ کی حمایت کرتی ہے کہ کم آمدنی والے سرکاری ملازمین کو سرکاری طور پر مستقل رہائشی انتظامات فراہم کیئے جائیں اور وفاقی دارلحکومت کے دیہی علاقوں کے مسائل، مالکان اراضی کو زمینوں کے معاوضے اور کچی آبادیوں کے مطالبات کو پورا کیا جائے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس بے روزگار انجینئروں، زرعی گریجویٹس، ڈاکٹرز، پوسٹ گریجویٹ اور فنی تربیت یافتہ نوجوانوں کے مسائل پر گہری تشویش کرتے ہوئے اس مسئلہ سے نمٹنے کیلئے مستقل حکمت عملی تیار کرنے کا مطالبہ کرتی ہے۔ پارٹی ملک کے اساتذہ کے مسائل پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ان کی تنخواہوں میں اضافے خصوص الاؤنسز اور رہائشی سہولتوں کی فراہمی کا مطالبہ کرتی ہے۔ اساتذہ کو تدریس کیئے خصوصی تربیت فراہم کی جائے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس ان ملازمین کیلئے متبادل روزگار کے مطالبہ کی حمایت کرتی ہے۔ جو مختلف محکمہ جات کے خاتمہ سے بے روزگاری کے اندیشہ کا شکار ہیں۔ وفاقی حکومت اس سلسلے میں واضح حکمت علمی کا اعلان کرے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس ذرائع

ابلاغ ریڈیو، ٹی وی، اور اخبارات کیلئے آزادیوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس یقین کا اظہار کرتی ہے کہ ان اقدامات سے ملک میں جمہوری سوچ، ثقافتی ترقی اور روشن خیالی فکر کو تقویت پہنچے گی۔

قبائلی علاقہ جات

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس

وفاقی حکومت کے زیر انتظام صوبہ پختونخواہ سے ملحقہ قبائلی علاقوں (ایجنسیوں) کے عوام کے جمہوری مطالبات کی حمایت کرتے ہوئے مطالبہ کرتی ہے کہ قبائلی عوام کو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ووٹ دینے کا حق دیا جائے۔ ملک سسٹم ختم کیا جائے۔ ایف سی آر اور دیگر کالے قوانین ختم کئے جائیں اور مالاکنڈ ڈویژن میں فاٹا سسٹم کا خاتمہ کیا جائے۔

شمالی علاقہ جات

یہ کانگریس گلگت بلتستان اور نمرہ کے عوام کے تمام جمہوری مطالبات کی حمایت کرتی ہے اور مطالبہ کرتی ہے کہ ان علاقوں کے عوام کو تمام بنیادی اور جمہوری حقوق دیئے جائیں جمہوری ادارے قائم کئے جائیں اور وہاں کے عوام کو اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا حق دیا جائے پارٹی ان علاقوں میں بڑھتی ہوئی امریکی مداخلت پر گہری تشویش کا اظہار کرتی ہے۔

بلوچستان

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس

پاکستان اور بالخصوص بلوچستان، کراچی میں امریکی فوجی اڈوں اور مکران میں یو ایس ایڈ کی جاسوسی سرگرمیوں اور امریکی مواصلاتی اڈوں کی موجودگی کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے انہیں ختم کرنے کا مطالبہ کرتی ہے۔

سندھ

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس مطالبہ کرتی ہے کہ

○ امریکی سامراج اور رجعتی قوتوں کے اشارے پر سندھ کے عوام کو لڑانا بند کیا جائے۔ پارٹی سمجھتی ہے کہ یہ عمل طبقاتی بنیادوں پر عوام کی تقسیم کی شدت روکنے کے لئے نسلی بنیادوں پر تقسیم کرنے کی سازش ہے اور فوجی ٹولے کی شہری زندگی میں موجودگی اور سیکڑوں معصوم شہریوں کے بہیمانہ قتل عام کو ایک ہی سلسلے کی کڑیاں سمجھتی ہے۔ پارٹی اس عمل کی شدید مذمت کرتی ہے

○ پارٹی مطالبہ کرتی ہے کہ سندھ اور بلوچستان سے فوج اور رینجرز کو فوری طور پر بیرکوں میں بھیجا جائے

○ پارٹی عوام سے خصوصاً سندھ کے عوام سے اپیل کرتی ہے کہ علاقہ میں مستقل رہائش پذیر مختلف لسانی اور ثقافت کے حامل افراد سندھ کے قومی حقوق کی نہ صرف حمایت کریں بلکہ اس کے لئے غیر مشروط جدوجہد کریں۔

○ تمام صوبوں کی رضامندی کے برعکس کسی بھی نوعیت کا ڈیم نہ بنایا جائے۔ بجلی اور ایندھن کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے دیگر ذرائع استعمال میں لائے جائیں۔

○ تھر اور کوہستان کو سرسبز اور آباد کرنے کے لئے سندھ میں تیجو ہن کے قریب مجوزہ ڈیم کے منصوبے کو عملی شکل دی جائے۔

○ ہر صوبے کے افراد کو ان کے اپنے صوبوں میں روزگار فراہم کیا جائے۔ اور غیر ترقی یافتہ علاقوں میں ترجیحی بنیادوں پر صنعتی قائم کی جائیں

○ پاکستان خصوصی طور پر اندرون ملک اور بیرون ملک سے آمد سندھ صوبے میں غیر قانونی آبادکاری کا سدباب کیا جائے۔

○ پنجاب میں فوجی ٹولے اور اس کے آلہ کار آئی ایس آئی کی طرف سے پھیلائی گئی نام نہاد قوم پرستی کی پارٹی شدید مذمت کرتے ہوئے سمجھتی ہے مذکورہ قوم پرستی قومی حقوق کی محرومی سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ فوجی ٹولے اور رجعتی قوتوں کی جانب سے اقتدار پر مکارانہ قبضے کو مستحکم کرنے کی سازش ہے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس کامریڈ قلندر، کامریڈ استاد جمن، کامریڈ سرفراز محمود، کامریڈ نصیر خیام، کامریڈ ڈاکٹر تاج حسن حیدری اور کامریڈ سلطان کمیار کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے پارٹی اور مزدور طبقہ کے کام کے لئے ان کی شاندار خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کرتا ہے

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس اپنے بہادر ساتھی مرکزی کمیٹی کے رکن کامریڈ نذیر عباسی شہید کی عظیم قربانیوں کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتی ہے۔ کامریڈ نذیر عباسی کی جدوجہد پارٹی اور مزدور طبقہ کی شاندار روایات کا عکس ہیں۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس سندھ میں نسلی فسادات میں بے گناہ انسانوں کے قتل عام پر شدید غم اور غصہ کا اظہار کرتی ہے اور ان کے لواحقین سے تعزیت کا اظہار کرتی ہے۔ مقتولین کے ورثا کو معاوضہ ادا کیا جائے۔ اور ان کے سفاک قاتلوں کو نشاندہی کر کے انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔

کشمیر

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس کشمیری عوام کے حق خودارادیت کی حمایت کا اعلان کرتی ہے اور پاکستان کے زیر انتظام کشمیر کے علاقے میں عوام کے بنیادی اور شہری حقوق کی معطلی، وزارت امور کشمیر، کشمیر کونسل اور چیف سیکرٹری جیسے اداروں کی موجودگی کو کشمیری عوام کے حقوق کے خلاف تصور کرتی ہے۔ کمیونسٹ پارٹی کشمیر کے اس حصہ میں پاکستانی فوج کے اس کردار پر گہری تشویش کا اظہار کرتی ہے جو پورے خطہ کو اندھی جنگ میں دھکیل سکتا ہے۔ پارٹی ان اطلاعات کی سنگینی پر بھی اپنی تشویش کا اظہار کرتی ہے کہ اس علاقے میں سیاسی مقاصد کیلئے خصوصی فوجی تربیتی کیمپوں کے قیام بھارت کے زیر انتظام ریاست کے حصہ میں بموں کے دھماکوں تشدد اور دہشت گردی کے واقعات اور فرقہ وارانہ فسادات کی کوششوں کیلئے آئی ایس آئی کے اقدامات ایک سازش ہیں جسکا ایک مقصد جنوبی ایشیا میں امن اور ترقی کی سوچ کو ختم کرنا اور مستقل جنگی صورتحال قائم کرنا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کشمیری عوام کو یقین دلاتی ہے کہ وہ بنیادی حقوق اور شہری آزادیوں کی اس جدوجہد میں ان کے ساتھ شریک ہے اس کے ساتھ پارٹی کشمیری عوام سے اپیل کرتی ہے کہ وہ خطہ میں امن ترقی اور استحکام کے ساتھ خود کو حصہ تصور کرتے ہوئے وسیع تر تناظر میں جمہوری قوتوں کو آمرانہ طاقتوں پر تقویت دیں۔ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان منگلہ ڈیم۔ کشمیر پراپرٹی۔ زرمبادلہ جنگلات اور دیگر وسائل کی رائلٹی حکومت آزاد کشمیر کے حوالے کرنے صنعتی ترقی کیلئے اقدامات اور آزاد کشمیر کے موجودہ حکمران ٹولے کی جانب سے بڑھتی ہوئی بدعنوانیوں لاقانونیت اور اقرباء پروری کے بارے میں وہاں کی جمہوری توقوں کے مطالبات کی حمایت کرتی ہے۔ کمیونسٹ پارٹی وزارت امور کشمیر اور کشمیر کونسل اور پاکستان میں مستقل آباد کئے جانے والے مہاجرین جموں کشمیر کیلئے دوہری شہریت اور دوہری مرعات ختم کرنے کے مطالبات کی حمایت کرتی ہے۔ کیونکہ اس سے آزاد کشمیر کے عوام شدید مسائل و مشکلات کا شکار ہیں۔

مزدور

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان تیسری کانگریس میں مطالبہ کرتی ہے۔

- مزدوروں کے غیر مشروط حق ہڑتال کو بحال کیا جائے۔
- کم از کم تنخواہ ایک تولہ سونے کے مساوی مقرر کی جائے۔
- ٹھیکیداری نظام ختم کیا جائے اور اس نظام کے تحت کام کرنے والے مزدوروں کو مستقل کیا جائے نیز ملازمت اور روزگار کی مکمل ضمانت دی جائے۔
- روزانہ اجرتی سسٹم ختم کیا جائے۔ بیرونی ملک کام کرنے والے مزدوروں کو مستقل تسلیم کیا جائے اور تمام قانونی مراعات دی جائیں۔
- آل پاکستان کلرکس ایسوسی ایشن اور پورے ملک کے اساتذہ کے مطالبات پورے کئے جائیں۔
- پی آئی اے سمیت تمام سرکاری نیم سرکاری اداروں میں سے برطرف شدہ ملازمین کو فوری طور پر بحال کیا جائے۔
- سول ایسوسی ایشن اتھارٹی یونین بحال کی جائے۔ اسپیشل سروسز آرڈیننس کا خاتمہ کیا جائے۔ اور ان تمام اداروں میں یونین بنانے کا حق بحال کیا جائے۔
- پارٹی مطالبہ کرتی ہے کہ واہ فیکٹری کے برطرف شدہ تمام مزدوروں کو فوری طور پر بحال کیا جائے اور تمام بقایاجات ادا کئے جائیں۔
- ٹریڈ یونین میں افسر شاہی کی مداخلت کا سدباب کیا جائے۔
- قومی ملکیت میں لی گئی صنعتوں کو پرائیویٹ سیکٹر کے حوالے کرنے کی سازش بند کی جائے۔
- بھاری اور بنیادی صنعتی اداروں کو قومی ملکیت میں لیا جائے۔
- واپڈا میں قومی صنعتی تعلقات کمیشن ـــــ کی طرف سے جاری شدہ اسٹے آرڈر منسوخ کر کے ریفرینڈم کرایا جائے اور ۱۷ ایف کے قانون کا خاتمہ کیا جائے۔
- کراچی لاہور اور دیگر جگہوں سے نکالے گئے ریلوے ملازمین کو دوبارہ ملازمتوں پر بحال کیا جائے۔ اور ان پر عائد شدہ جھوٹے مقدمات ختم کئے جائیں۔
- مالیاتی اداروں بنکوں میں سود کاری کا حق تسلیم کیا جائے۔
- پاکستان ٹوبیکو کمپنی کے برطرف ملازمین کو بحال کیا جائے۔
- پریمئیر ٹوبیکو کمپنی کو دوبارہ چالو کیا جائے۔
- پی او ایف واہ میں یونین سازی کا حق دیا جائے۔
- ریلوے، سیمنٹ اور واپڈا میں بھرتی پر پابندی ختم کی جائے۔
- کارخانوں اور دیگر اداروں میں مقامی مزدوروں کو روزگار دیا جائے۔
- ملک میں موجود ہزاروں ڈاکٹروں، انجینئروں کو فوری روزگار فراہم کیا جائے۔

جینیوا معاہدہ

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس جینوا

معاہدے پر دستخط ہونے کے نتیجہ میں افغانستان سے سوویت یونین کی افواج کی واپسی کے باوجود افغانستان میں سامراجی مداخلت روز بروز بڑھتی جارہی ہے اور بے گناہ افغان عوام کی نسل کشی کی جاری ہے۔ پاکستان میں افغانی بھگوڑوں کے فوجی تربیتی کیمپوں کی موجودگی اور پاکستانی سرحدات سے افغانستان میں مسلح فوجی مداخلت نہ صرف افغانستان میں جنگی صورتحال پیدا کردی ہے۔ بلکہ پاکستان کی سلامتی کو بھی خطرہ لاحق کردیا ہے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس

گوٹھ کے محنت کشوں کو اس کانگریس کے شاندار انعقاد میں بھرپور تعاون پر خراج تحسین پیش کرتی ہے۔ کانگریس گوٹھ کے محنت کشوں کے اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کی بھرپور حمایت کرتی ہے۔ کانگریس کراچی کی پارٹی کمیٹی کو کانگریس کے بہترین انتظام پر خراج تحسین پیش کرتی ہے۔ کانگریس کے دوران کام کرنے والے والنٹیرز کا شکریہ ادا کرتی ہے

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان مزدور طبقہ کے عظیم سپوت اور پارٹی کے مایہ ناز مجاہد کامریڈ جاوید شکور کی شدید علالت پر تشویش کا اظہار کرتی ہے اور ان کی صحت کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتی ہے۔

قرارداد

ساتھیو! کل اس کانگریس سے مندوبین کی ایک ٹکڑی اسی کانگریس کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے کانگریس چھوڑ کر چلی گئی۔ انہوں نے آج گیارہ بجے تک کا نوٹس دیا تھا کہ اگر کانگریس کے دیگر مندوبین بھی خود کو غیر قانونی تسلیم کریں تو بات چیت ہوسکتی ہے۔ یہ ایوان اعلان کرتا ہے کہ یہ کانگریس اور اس میں شامل تمام مندوبین قانونی اور منتخب حیثیت رکھتے ہیں۔ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس جاری ہے۔ ایوان یہاں سے جانے والوں کو بھی قانونی تسلیم کرتا ہے اور اگر وہ اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے کانگریس کے کام میں شرکت کرنا چاہیں، تو کانگریس کے دروازے ان کے لیے کھلے ہیں اسکے ساتھ ہی ایوان اصولوں کے خلاف ہر قسم کے مذاکرات اور مصالحت سودے بازی کو رد کرتا ہے۔

خواتین

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان تیسری کانگریس میں خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک بالخصوص آئین میں آٹھویں ترمیم کے ذریعے تحفظ شدہ قوانین کے خاتمہ اور آٹھویں ترمیم کی تنسیخ کے مطالبہ کی حمایت کرتی ہے۔ ورکرز خواتین کا استحصال ختم کرکے انہیں لیبر قوانین سے مستفید کیا جائے پارٹی محنت کش خواتین کے مطالبات اور جدوجہد کی بھرپور حمایت کرتی ہے پارٹی مطالبہ کرتی ہے۔ جیلوں میں نظر بند خواتین کے معاملات پر ہمدردانہ غور کیا جائے۔ اور جنسی جرائم کی پردہ پوشی کے بجائے ان کی روک تھام کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔ پارٹی خواتین کی خرید و فروخت اور جہیز کی لعنت کے خلاف تمام روشن خیال اور انسان دوست دانشوروں سے قلمی جہاد کی اپیل کرتی ہے اور مطالبہ کرتی ہے کہ اس کے خلاف باقاعدہ قانون پاس کیا جائے۔ عورت کی حکمرانی کے خلاف رجعتی عناصر کی مہم کی مذمت کرتی ہے اور خواتین کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کرنے کا مطالبہ کرتی ہے۔

طلباء

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس یکساں نظام تعلیم میٹرک تک لازمی اور مفت تعلیم۔ تعلیم کے بعد روزگار کی ضمانت تعلیمی اداروں سے نوکرشاہی، پولیس اور فوج کی مداخلت ختم کرنے، مادری زبان میں تعلیم۔ نصاب تعلیم کو سائنسی اور سیکولر بنیادوں پر استوار کرنے نیز خطہ کی ثقافتی، تہذیبی روایات اور سماجی حقیقتوں کو نصاب کا حصہ بنانے، نصاب سے رجعت پرستی ختم کرنے۔ یونین سازی کا حق بحال کرنے تعلیم میں خواتین سے امتیازی سلوک ختم کرنے اور تعلیمی بجٹ کو مجموعی قومی آمدنی کا کم از کم ۵ فیصد کرنے کے مطالبات کی حمایت کرتی ہے۔

بچے

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس عرب ممالک میں پاکستان سے بچوں کی فروخت ملک میں بیگار کیمپوں اور بچوں کے اغوا اور بچوں سے جسمانی محنت پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کرتی ہے۔ پارٹی بچوں کے لیے تعلیم میں طبقاتی تضادات ختم کرنے اور ملک کی ۲ ہزار جیلوں میں زیر حراست ۳۵ ہزار بچوں کو اصلاح گھروں میں منتقل کرنے کا مطالبہ کرتی ہے۔

صحت سماجی بہبود

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس صحت اور سماجی بہبود کے لیے خصوصی اقدامات کا مطالبہ کرتی ہے۔ ملک کے ہر شہری کو علاج

معالجہ کی سہولتوں کی کو قت فراہمی، بیواؤں، یتیموں اور محتاجوں کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لیے ریاست کو اس کی ذمہ داریاں کا احساس دلاتی ہے۔ دیہی علاقوں اور شہری علاقوں میں مختلف تضادوں کی بنا پر دیہاتوں سے شہروں کی جانب آبادی کے بہاؤ اور شہری آبادی میں بڑھتے ہوئے بوجھ کو سنگین قرار دیتی ہے اور مطالبہ کرتی ہے کہ ملک میں ہر حصہ میں بنیادی انسانی ضرورتیں فراہم کی جائیں۔

کسان

• ـــــ بے زمین اور بے اوزار کسانوں اور کھیت مزدوروں کو صنعتی مزدوروں کی طرح یونین سازی کا حق دیا جائے۔

• ـــــ ۲۵ ایکڑ نہری اور ۵۰ ایکڑ بارانی زمین کی حد فی خاندان مقرر کی جائے اور فاضل زمین اور سرکاری زمین ہاری تنظیموں کی موجودگی میں مقامی ہاریوں مفت تقسیم کی جائے اور اسی زمینوں کو قابل کاشت بنانے کے لیے طویل معیاری بلاسودی قرضے دیئے جائیں اور زرعی قرضوں کے حصول میں سہولت پیدا کی جائے۔ غریب کسانوں کے قرضے معاف کیے جائیں۔

• ـــــ لاکھوں ایکڑ فرضی ناموں سے ہتھیائی گئی زمین کی تحقیقات کر کے ذمہ دار وڈیروں، چودھریوں اور خوانین و سرداروں کو سزائیں دی جائیں۔

• ـــــ ۱۶ ایکڑ والے پیداواری یونٹوں پر عائد شدہ محصول، عشر آبیانہ اور دیگر تمام ٹیکس ختم کیے جائیں۔

• ـــــ زراعت میں استعمال ہونے والے ٹریکٹر، تھریشر اور دوسرے اقسام کی مشینری کے اخراجات ہاریوں سے وصول نہ کیے جائیں بلکہ متعلقہ زمیندار کی ذمہ داری قرار دی جائے۔

• ـــــ شوگر ملز، کاٹن فیکٹریز اور رائس ملز میں زمین داروں کے ساتھ کسانوں اور ہاریوں کے کھاتے رکھے جائیں تاکہ ہاری اپنا حسابات اور واجبات اپنے طور پر رکھ سکیں۔

• ـــــ کیمیائی کھاد اور زرعی ادویات کی قیمتوں میں ۵۰ فیصد کمی کی جائے۔

• ـــــ مزدوروں کے لیے رائج لیبر کورٹوں کے خطوط پر کسانوں کے مقدمات کو نمٹانے کے لیے الگ سے ہاری کورٹس قائم کی جائیں اور ان میں ہاری رہنماؤں کو وکالت کا حق دیا جائے۔

• ـــــ عدالتوں میں مختلف مقدمات میں ضمانت کے حصول لیے زمینداروں کی طرح ہاریوں کی بھی بطور ہاری ضمانت قبول کی جائے۔

• ـــــ جائداد کی فروخت سے متعلق حق شفعہ کے قانون کو فوری طور پر بحال کیا جائے۔

پختونخوا کے کسان

۱۔ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس پختونخوا میں کسانوں کی تحریک اور مطالبات کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کرتی ہے کہ۔

(i) کسانوں کی انکے گھروں سے بیدخلیاں بند کی جائیں۔

(ii) خوانین کے کہنے پر صیار حکومت میں جن سینکڑوں کسانوں کو الذوالفقار تنظیم سے وابستہ ہونے کے الزامات میں گرفتار کر کے جیلوں میں ڈالا گیا۔ انکے مکانات بلڈوزروں کے ذریعے مسمار کر دیئے گئے۔ ان بیگناہ اور معصوم کسانوں کو ان کے نقصانات کی تلافی کے طور پر معاوضے ادا کیے جائیں۔

(iii) جاگیرداروں اور خوانین سے زرعی قرضے واپس لیے جائیں کیونکہ اس سے چھوٹے کاشتکار متاثر ہو رہے ہیں۔

(iv) صوبہ پختونخوا میں گنے اور چقندر کی زیادہ پیداوار کے پیش نظر مزید چینی کے کارخانے لگائے جائیں۔

(v) زرعی کھاد بیج اور ادویات کے نرخوں میں کمی کی جائے۔

(vi) تمباکو کی قیمت میں اضافہ کیا جائے۔

(vii) چقندر کی قیمت ۳۰/- روپے فی من مقرر کی جائے۔

(viii) گنے کی قیمت ۲۵/- روپے فی من مقرر کی جائے۔

(ix) ضلع سوات میں کانڈک اور جہانگیر کے علاقوں میں کسانوں کی بے دخلی کی غرض سے گذشتہ تین ماہ سے مقامی خوانین اور انتظامیہ کا محاصرہ فوری طور پر ختم کیا جائے۔

(x) کسانوں کی غیر قانونی بے دخلیاں بند کی جائیں اور شمالی ہشتنگر کے جاگیرداروں کی خود کاشت زمینیں کسانوں کو اجارہ پر دی جائیں۔

(xi) پختونخواہ جن کے علاقوں میں افیون کاشت کی جاتی ہے۔ اس کا خاتمہ کرنے کے لیے وہاں کے لوگوں کو متبادل روزگار فراہم کیا جائے اور تلف کی جانے والی کاشت کا معاوضہ کاشتکاروں کو ادا کیا جائے۔ عالمی ادارے اور بیرونی ممالک اس سلسلے میں جو امداد دے رہے ہیں اس میں غبن اور بدعنوانیاں کا خاتمہ کر کے یہ امداد مستحق لوگوں کو فراہم کی جائے۔

(xii) سوات کے زمرد کے کانوں پر سے نوکر شاہی کا تسلط کا خاتمہ کیا جائے

اور اس معدنی دولت کو لوٹنے والوں کا سختی سے محاسبہ کیا جائے اس کیلئے ضروری ہے کہ زمرد کی کانوں کا انتظام عوامی نمائندوں اور مزدوروں کے نمائندوں کے حوالے کیا جائے۔

(XIII) پسماندہ اضلاع کی پسماندگی دور کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں خصوصاً پینے کے پانی، بجلی، ہسپتال اور تعلیمی اداروں کا بندوبست کیا جائے۔

- چشمہ رائٹ بنک کینال سے صوبہ پختونخواہ کو پانی کا پورا کوٹہ دیا جائے۔
- گومل زام منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔

افغانستان

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس افغانستان کے اندرونی معاملات میں امریکی سامراج کے شہ پر پاکستان کی طرف سے فوجی مداخلت اور افغانستان کے عوام کی نسل کشی کو نہایت تشویش کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے سامراجی ایجنٹوں، رجعت پسندوں اور بنیاد پرستوں کے مضموم عزائم کی سخت مذمت کرتی ہے اور مطالبہ کرتی ہے کہ جنیوا معاہدے کے مطابق افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت اور افغانستان کے عوام کی نسل کشی فوری طور پر بند کی جائے۔ پاکستان اور بالخصوص پختونخواہ اور بلوچستان میں افغان بھگوڑوں کے فوجی تربیت کیمپ بند کیئے جائیں۔ افغان مہاجرین کو واپسی بھیجا جائے۔ اور جب تک ان کی واپسی مکمل نہیں ہو جاتی انہیں اپنے کیمپوں تک محدود کیا جائے۔ اور افغانستان کے مہاجرین کے دفاتر اور اسلحہ کے ڈپو ہٹا دیئے جائیں۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان افغانستان کے ثور انقلاب کو افغانستان کے عوام کا انقلاب سمجھتی ہے اور افغانستان کی انقلابی حکومت کو افغانستان کے عوام کی نمائندہ اور قانونی حکومت سمجھتے ہوئے پاکستان میں بنائی ہوئی نام نہاد عبوری حکومت کو مسترد کرتی ہے۔ اور حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ ضیاء ازم کے تسلسل کی خارجہ پالیسی کو ترک کر کے افغانستان میں بی ڈی پی اے کی آئینی قانونی اور نمائندہ حکومت کو تسلیم کر کے افغانستان کے ساتھ تعلقات بحال کیئے جائیں اور جنیوا معاہدے پر مکمل طور پر عمل در آمد کیا جائے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان امریکی سامراج، رجعتی عرب ممالک اور پاکستان کے فوجی حلقوں کے حمایت یافتہ بنیاد پرست اور رجعتی قوتوں کے حملوں کے باوجود افغانستان کی پارٹی حکومت اور افغانستان کے عوام کی جرآت، جوان مردی کامیابی اور انقلابی مصالحت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے افغانستان کے عوام اور پارٹی کی دلیرانہ جدوجہد میں ان کے ساتھ مکمل یکجہتی کا اظہار کرتی ہے۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان افغانستان کے مسئلہ کو افغانستان کا داخلی مسئلہ سمجھتی ہے۔ اور افغانستان کے عوام کو اپنا مسئلہ خود حل کرنے کے حق کی حمایت کرتے ہوئے باہر سے ہر قسم کی سامراجی مداخلت بند کرنے کا مطالبہ کرتی ہے۔ پارٹی سمجھتی ہے کہ امریکی مفادات کی خاطر پاکستان کی طرف سے ننگی جارحیت نے نہ صرف اس پورے خطے کے امن کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ جس کے نتائج اوجھری کیمپ، دھماکوں، کلاشن کوف کلچر اور ہیروئن مافیا کی صورت میں سامنے آئے ہیں۔ پارٹی افغانستان کے انقلاب کی مخالف سامراج نواز، رجعت پسند اور بنیاد پرست قوتوں اور پاکستان میں جمہوریت مخالف سامراجی، رجعت پسند اور بنیاد پرست قوتوں میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتی اور سمجھتی ہے کہ انقلاب دشمنوں اور جمہوریت دشمنوں کو مختلف خانوں میں رکھ کر نہیں دیکھنا چاہیئے۔ لہٰذا پاکستان میں جمہوری عمل جاری رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ افغانستان کے انقلاب دشمنوں کی حوصلہ افزائی بند کی جائے اور علاقائی امن اور پاکستان کی سلامتی کو خطرے سے دوچار کرنے سے بچایا جائے۔

پارٹی ڈاکٹر نجیب کی طرف سے وسیع البنیاد حکومت کی تشکیل کی دعوت کو قیام امن اور افغانستان کے مسئلہ کے حل کی طرف ایک مثبت اور صحیح قدم تصور کرتی ہے۔ اور امریکہ اور بنیاد پرست قوتوں کی جانب سے اس دعوت کو مسترد کرنے کی مذمت کرتی ہے۔

ایران

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس ایران کی رجعتی حکومت کی طرف سے وہاں کے ترقی پسند جمہوریت پسند اور روشن خیال حلقوں خصوصاً تودہ پارٹی اور فدائین خلق کے رہنماؤں، کارکنوں، بوڑھوں اور خواتین کو غیر انسانی سزائیں دینے اور سیاسی قتل عام پر احتجاج کرتے ہوئے بنیاد پرست ایرانی حکومت کے وحشیانہ اقدامات کی سخت مذمت کرتی ہے۔ اور مطالبہ کرتی ہے کہ ایران میں سیاسی انتقام اور انسانی شرف کو پامال کرنے کا یہ مذموم سلسلہ بند کیا جائے۔ یہ کانگریس ایران کی برادر تودہ پارٹی اور فدائین خلق (اکثریت) کے شہیدوں اور انقلابیوں کو سرخ سلام پیش کرتی ہے۔ اور تمام جمہوری قوتوں کے ساتھ یک جہتی کا اعلان کرتی ہے۔ (بقیہ صد ۵۴ پر)

مقام
کراچی پریس کلب

پریس کانفرنس

خطاب = امام علی نازش
سکریٹری جنرل
کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان

پریس کے دوستو!

مختلف وجوہات کی بنا پر میں اور ہماری پارٹی آپ کے سامنے نہ آسکی۔ طویل عرصے کے دوران ملک میں پارٹی کی سیاست کی براہ راست نمائندگی کسی حد تک کامریڈ جام ساقی، کامریڈ پروفیسر جمال نقوی اور کامریڈ عبدالخالق بلوچ کرتے رہے ہیں۔ حال ہی میں ہماری پارٹی کی تیسری کانگریس منعقد ہوئی ہے۔ یہ کانگریس ہماری بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس میں ملک کے ہر حصے کے مندوبین نے شرکت کی۔ اس کانگریس میں منظور کردہ قراردادیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

دوستو!

آج کی دنیا بالخصوص سوشلسٹ ممالک میں بڑی ہلچل ہے اور پریسٹرائیکا اور گلاسنوسٹ کے حوالے سے پیش رفت کی نئی راہوں کی تلاش جاری ہے۔ آج دنیا کا کلیدی مسئلہ عالمی امن کا استحکام ہے اور یہ حیران کن امر نہیں ہے کہ عالمی امن اور کرہ ارض کے وجود کو یقینی بنانے میں سب سے آگے بڑھا ہوا کردار سوشلسٹ ممالک اور خصوصاً سوویت یونین کا ہے۔ دنیا سے ایٹمی اسلحے کے خاتمے اور عالمی امن کے تحفظ کی جدوجہد آج طبقاتی لڑائی کا اہم عنصر بن چکی ہے۔ حالیہ سوویت چین مذاکرات نے بین الاقوامی صورتحال اور بالخصوص ہمارے خطے پر مثبت اثرات ڈالے ہیں۔

جینوا معاہدے کے نتیجے میں سوویت افواج کی افغانستان سے واپسی نے اس مسئلے پر امن اور سیاسی حل کیلئے بہترین موقع فراہم کیا تھا۔ مگر ہمارے ملک کے حکمران طبقوں نے امریکی مفادات کی خاطر اسے گنوا دیا اور نام نہاد مجاہدین کی پشت پناہی اور امریکی اسلحہ کی سپلائی کو برقرار رکھا۔ اس کے ساتھ ہی پاکستانی انٹیلی جنس اداروں کی اس مسئلہ میں براہ راست مداخلت بھی بڑھ گئی ہے۔ جس نے پاکستان کی سلامتی کیلئے بھی خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ پاکستانی حکمرانوں کی اس ناعاقبت اندیش پالیسی کے نتائج اوجھڑی کیمپ، کلاشنکوف اور ہیروئن کلچر کی صورت سامنے آئے ہیں اور وہ مزید خطرناک اثرات بھی مرتب کر سکتی ہے۔ اس سلسلے کا واحد حل سیاسی ہے۔ فوجی طریقے سے اسے کبھی بھی حل نہیں کیا جا سکتا۔ افغانستان کے معصوم بے گناہ باشندوں کا قتل عام بند ہونا چاہئے۔ اس ملک کے عوام کو بھی یہ فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ انہیں کس طرح کا نظام حکومت چاہئے۔ باہر سے اس قسم کے فیصلے تھوپنے کی ہر کوشش ناکام رہے گی۔ افغانستان کے عوام پی ڈی پی اے کی زیر قیادت نہایت دلیری سے امریکی سامراج کی پروردہ رجعتی بنیاد پرست قوتوں کے حملوں کا دلیرانہ اور جوانمردی سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور ثور انقلاب کی حاصلات کا کامیابی سے دفاع کر رہے ہیں۔ ہماری پارٹی افغانستان کے عوام کی اس جدوجہد میں ان کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کرتی ہے اور خطے کے امن اور پاکستان کی سلامتی کیلئے خطرات سے پر بیرونی مداخلت کے خاتمے کا مطالبہ کرتی ہے۔

ایران میں سامراج دشمن شاہ مخالف انقلاب کی باگ دوڑ رجعتی بنیاد پرست قوتوں کے ہاتھ میں آنے سے اس کی حقیقی روح مسخ ہو گئی جو عوام کے سماجی مسائل حل کرنے کے بجائے اپنا پورا زور ترقی پسند قوتوں کو کچلنے پر صرف کر رہی ہے۔ جس کا اولین نشانہ تودہ پارٹی اور فدائین خلق (اکثریت) بنے ہیں۔ ہم ایران کے رجعتی حلقوں کی اس پرتشدد پالیسی پر پرزور مذمت کرتے ہیں۔

جلاوطن آزاد فلسطینی ریاست کے قیام نے فلسطینی عوام کی جدوجہد کو نیا عزم اور حوصلہ بخشا ہے جس نے اس دور میں نئے راستے اختیار کئے ہیں۔ پر امن فلسطینی باشندوں نے اسرائیلی فوجی مشینری کو بے بس کر دیا ہے اور اسرائیل کا قریبی حلیف امریکہ بھی پی ایل او کے ساتھ مذاکرات پر مجبور ہوا ہے۔ فلسطینی عوام کیلئے آزاد وطن کے حصول کا تصور زیادہ حقیقی شکل اختیار کر رہا ہے۔

سارک تنظیم نے برصغیر کے ممالک کے درمیان تعلقات پر مثبت اثرات مرتب کئے اور خطے میں کشیدگی کو کم کرنے میں مدد دی ہے۔ یہ تنظیم ان ممالک کے درمیان معاشی، سیاسی تعاون کے فروغ اور برادرانہ تعلقات کی وسعت میں موثر کردار ادا کر سکتی ہے۔

دوستو!

ہمارا ملک ابھی تک نو آبادیاتی نظام کے شکنجہ میں جکڑا ہوا ہے جس کو جاگیردارانہ باقیات اور تجارتی سرمایہ دوام دے رہا ہے۔ ہمارے نزدیک اس

نظام سے چھٹکارا پانے اور ملک کو ترقی کے راہ پر گامزن کرنے کا راستہ قومی جمہوری انقلاب ہے۔ جسے بورژوا جمہوری انقلاب کے مقاصد کو بھی حل کرنا ہے۔ ملک کے عوام کے اقتدار اعلیٰ کو بحال کرنا ہے اور ملک کو سوشلزم کی جانب لے جانے والے راستے پر بھی ڈالنا ہے۔ پارٹی ان مقاصد کی تکمیل تمام سامراج دشمن جاگیردار دشمن طبقات اور قوتوں سے متحدہ محاذ قائم کر کے اور اس میں اپنے راہنمایانہ کردار کے ذریعے کرے گی۔

دوستو!

ہمارے ملک میں طویل عرصے کے بعد جمہوری عمل شروع ہوا ہے۔ گزشتہ آمرانہ دور پارٹی کیلئے بہت کٹھن اور اذیت ناک دور تھا جس میں پارٹی کو بھرپور حکومتی تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بہت سے کارکنوں اور راہنماؤں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ہماری پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کے رکن کامریڈ نذیر عباسی کو فوجی ٹارچر کیمپ میں اذیتیں دے کر شہید کر دیا گیا۔ جام ساقی کیس اور دوسرے مقدمات میں ہمارے بہت سے ساتھیوں کو طویل المدت سزائیں سنائیں گئیں۔ مگر پارٹی نے ان حالات کا جوانمردی سے مقابلہ کیا اور جدوجہد کو جاری رکھا۔

ہماری پارٹی ملک میں جمہوریت کی آمد کو خوش آئند سمجھتی ہے۔ اگرچہ پی پی پی کی حکومت کو اقتدار کی منتقلی جزوی طور پر ہوئی ہے اور بہت سے پالیسیوں خصوصاً خارجہ پالیسی میں گزشتہ آمرانہ دور کی باقیات جاری ہیں۔ مگر ملک میں جمہوری قدروں کو فروغ کیلئے یہ ایک مثبت پیش رفت ہے۔ جس کو مزید آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ملک کی رجعتی اور بنیاد پرست قوتیں آئی جے آئی کی صورت میں مجتمع ہوئی ہیں اور مارشل لاء دور میں ان کو حاصل شدہ لامحدود اختیارات اور مراعات کی بحالی کیلئے نوخیز جمہوریت کا گلا گھونٹنے کے درپے ہیں۔ مارشل لاء کے از سر نو نفاذ کیلئے وہ پنجاب مرکز اور بلوچستان مرکز تنازعہ اور سندھ کی صورتحال کو استعمال کر رہے ہیں۔ اس سنگین صورتحال میں جمہوریت کے تحفظ کا مشن اہم حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ جس میں پارٹی اپنا بھرپور کردار ادا کرے گی۔ عوام اپنی سیاسی اور پیشہ وارانہ تنظیموں کے اندر جتنا منظم ہوں گے، اتنا ہی جمہوریت کو استحکام ملے گا وہ اپنی موجودہ محدود شکل سے مکمل صورت کی جانب بڑھے گی۔

عالمی سرمایہ دارانہ معیشت سے وابستگی اور سامراجی معاشی مداخلت نے ہمارے ملک میں سنگین اقتصادی مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ ملک میں غربت بیروزگاری اور افراط زر نے شدت اختیار کر لی ہے۔ ہمارے حکمرانوں کی سامراج نواز معاشی پالیسیوں نے ملک میں صنعت کاری اور روزگار کے مواقع کی فراہمی میں رکاوٹیں پیدا کی ہیں۔ بین الاقوامی سامراجی ادارے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کھلے عام ہمارے اندرونی معاملات میں دخل انداز ہوتے ہیں اور ہماری اقتصادی پالیسیاں ترتیب دیتے ہیں۔ جن کے منفی اثرات کا خمیازہ ملک کے محنت کش عوام کو بھگتنا پڑتا ہے۔

آمرانہ فوجی حکومت کی عوام میں نسلی و مذہبی بنیادوں پر پھوٹ ڈالنے کی پالیسی نے ملک کی مزدور تحریک پر بھی اثرات ڈالے۔ ٹریڈ یونین سرگرمیوں پر پابندی نے ان کی سرگرمیوں کو بری طرح متاثر کیا۔

ہماری پارٹی مزدور طبقے کی ہراول ہے اور سمجھتی ہے کہ مزدور طبقہ ہی اس ملک میں بنیادی سماجی تبدیلی لانے کا اہل ہے۔ اس لئے اسے منظم کرنے اور اس کے سیاسی کردار کو بڑھانے کے عمل پر یقین رکھتی ہے۔ ان مقاصد کے حصول کیلئے ٹریڈ یونین کو ہم ایک اہم ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ ٹریڈ یونینوں کی بحالی کے بعد ہمیں اس محاذ پر اپنے کام کو تیز اور موثر کرنا ہے۔ یہی پالیسی ہم کسان، طلباء خواتین اور دیگر محاذوں پر اپنا رہے ہیں۔

گزشتہ آمرانہ دور میں ملک کے اندر نسلی منافرت کو اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کیلئے ہوا دی گئی تھی۔ اس کے اثرات بالخصوص سندھ میں بہت تباہ کن ثابت ہوئے۔ جہاں نسلی کشیدگی سینکڑوں بے گناہ اور معصوم شہریوں کی جانوں کے زیاں کا باعث بنی۔ پارٹی نے ہمیشہ حکومتی حلقوں کی طرف سے نسلی منافرت کو پھیلانے اور اسے استعمال کرنے کی مذمت کی ہے اور سمجھتی ہے کہ تمام قومیتوں اور نسلی گروہوں کے پرولتاریہ اور محنت کشوں کو اپنے حقیقی دشمن کو پہچاننا چاہئے اور اس کے خلاف متحد ہو کر لڑنا چاہئے۔

پاکستان میں قومی مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ہمارے جیسے ترقی پذیر ممالک میں وہ نو آبادیاتی نظام سے ورثہ میں ملنے والی معاشی و سماجی نابرابری کا نتیجہ ہے۔ لیکن پاکستان میں اسے مرکز میں مسلسل آمرانہ حکومتوں کی موجودگی نے اسے مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ ہماری پارٹی قومی حقوق کی علمبردار ہے اور ہمارے نقطہ نظر کے مطابق ملک کو ایک رضاکارانہ وفاق ہونا چاہئے تاکہ ملک بھر کے محنت کشوں کا اتحاد حقیقی معنوں میں مضبوط اور پائیدار ہو سکے عمومی جمہوری حقوق کی جدوجہد قومی حقوق کے حصول میں مددگار ہوتی ہے۔ پارٹی ہمیشہ قومی حقوق کیلئے جدوجہد کرتی رہی ہے اور آئندہ بھی کرتی رہے گی۔ ہمارے نزدیک جمہوری اور قومی حقوق کے حصول کیلئے بائیں بازو کی قوتوں کے بل پر تمام جمہوری اور سامراج دشمن قوتوں کو متحد کر کے جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں لیفٹ اینڈ ڈیموکریٹک فرنٹ کا قیام ایک مثبت پیش رفت ہے۔ جس کے عمل کو مزید فعال اور موثر بنانے کی ضرورت ہے۔

دوستو!

ہماری پارٹی کی تیسری کانگریس سے ہمارے کچھ ساتھی واک آؤٹ کر گئے تھے۔ ان میں شامل بہت سے ساتھیوں نے یہ قدم غلط فہمیوں کی بناء پر

اٹھایا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر پارٹی کے اندر کسی بھی نظریاتی و سیاسی مسئلہ پر اختلافی نقطہ نظر رکھا جاسکتا ہے اور اس کو پارٹی کے اندر پیش کیا جاسکتا ہے۔ پارٹی کانگریس اس کے لئے سب اعلیٰ اور موزوں ترین ادارہ ہے جہاں پر اپنے نظریات کو پیش کیا جاسکتا ہے اور مسائل کو بحث و تمحیص کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔ ہماری طرف سے اب بھی یہ راستے بند نہیں کئے گئے ہیں۔ واک آؤٹ کرنے والوں میں سے بہت سے ساتھیوں کا جانا ہماری تحریک کیلئے بہت نقصان دہ ہے۔ اس لئے ہم اپیل کرتے ہیں کہ بحث و تمحیص کے ذریعے درپیش مسائل کو حل کرتے ہوئے وہ ہماری تحریک کا جزو بن جائیں۔

اس کے ساتھ ہی ان نظریاتی، سیاسی و تنظیمی مسائل کی نشاندہی کرنا چاہوں گا جو اس مظہر کا موجب بنے۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ پارٹی کے کچھ ساتھیوں کی طرف سے گزشتہ کچھ عرصے میں اس جاری مہم کو صرف تنظیمی اور ذاتی رنگ دینے کی کوشش کی گئی۔ مگر اس میں بہت سے نظریاتی پہلو بھی تھے جو واضح طور پر نظریاتی کج روی اور موقعہ پرستانہ رجحانات کی عکاسی کرتے تھے۔ ہمارے یہ ساتھی گلاسنوسٹ اور پرسٹرائیکا کی من مانی تشریح کی آڑ میں طبقاتی جدوجہد کی ضرورت اور مزدور طبقے کی پارٹی کے وجود سے انکاری تھے۔ اس ضمن میں وہ سائنسی و تکنیکی انقلاب کے حوالے سے مبہم اور بے معنی توجہات بھی پیش کرتے رہے۔ مگر ٹھوس طریقے سے اپنا نقطہ نظر واضح کرنے اور پیش کرنے کی ہمت نہ کر سکے جس کا بنیادی عنصر کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کے نظریئے، حکمت عملی اور سیاست کو تبدیل کر کے اس کے لبرل پیٹی بورژوا پارٹی میں تبدیل کرنا تھا اس کے برعکس ہم پریسٹرائیکا اور گلاسنوسٹ کے عمل کے عمیق تخلیقی جائزے اور ملک کی معروضی صورتحال کے مطابق اس سے استفادہ کرنے کے حق میں ہیں۔ ہمارے نزدیک طبقاتی جدوجہد کی ضرورت کبھی ختم نہیں ہو سکتی اور سائنسی و تکنیکی انقلاب نے اپنے مثبت پہلوؤں کے ساتھ ساتھ معاشی و سماجی مسائل کو بھی شدید کر دیا ہے۔ جو طبقاتی جدوجہد میں تیزی کا باعث بنے ہیں۔ اس لئے سائنسی و تکنیکی ترقی نے مزدور طبقے کے سماجی تبدیلی کے علمبردار کی حیثیت سے کردار کو بڑھایا ہے۔ ہماری پارٹی مزدور طبقے کی پارٹی ہے اور اس کا ہراول ہے۔ ہم پارٹی پروگرام، نظریات اور سیاست کے اصولی مسئلوں پر کسی قسم کی مصلحت پسندی کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم جمہوری مرکزیت کے اصول کو پارٹی کے فعال عمل کیلئے اہم ترین اصول تصور کرتے ہیں اور پارٹی کے اندر ڈھیلے ڈھالے ڈسپلن اور پارٹی آئین کی من مانی تشریح کے حق کی نفی کرتے ہیں۔ ہمارے یہ ساتھی پارٹی کی تیسری کانگریس کو سبوتاژ کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہیں اور متبادل کانگریس کی تیاری بھی کی، جس کا انہوں نے کھلے عام اعلان بھی کیا۔ انہوں نے پارٹی کے متوازی دوسری لبرل پارٹی کو لا کھڑا کیا جبکہ ہمارے نزدیک مزدور طبقے کی ہراول لبرل کثیر الطبقاتی پارٹی نہیں ہو سکتی ہے۔ میں یہ واضح کرنا چاہوں گا کہ یہ حضرات پارٹی کانگریس کے اندر مندوبین کے اٹھائے ہوئے تنظیمی، سیاسی اور نظریاتی سوالات کا سامنا نہیں کر سکے اور کانگریس سے واک آؤٹ کر گئے۔ جیسے کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ ان کے ساتھ ہمارے کئی ساتھی غلط فہمیوں کی بنا پر بھی چلے گئے ہیں اس لئے ہم ان سے مذاکرات اور مزدور تحریک میں واپسی کی اپیل کرتے ہیں۔

دوستو! میں خود کو آپ کے درمیان پا کر بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں اور مجھے فخر ہے کہ پارٹی نے اپنا نقطہ نظر آپ تک پہنچانے کا شرف مجھے بخشا۔ ہماری پارٹی نے ملک کی ۴۲ سالہ تاریخ کے دوران انتہائی کٹھن اور مشکل حالات میں بھی مزدور طبقے کے کاز کو آگے بڑھایا ہے اور سنگین خارجی اور داخلی رکاوٹوں کو عبور کر کے ہمیشہ نئے عزم کے ساتھ اپنے سفر کو جاری رکھا ہے۔ ہماری پارٹی کی تیسری کانگریس سماجی تبدیلی کیلئے اس کی جدوجہد میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہوئی ہے۔ اس کے فیصلوں کی روشنی میں اور اس پر عمل درآمد کر کے پارٹی ایک، موثر، منظم اور فعال تنظیم کی حیثیت میں ابھرے گی اور ملکی سیاست میں اہم کردار ادا کرے گی۔ ہمیں اپنے مقصد کی سچائی پر یقین ہے اور مزدور طبقے اور محنت کش عوام کی قوت پر اعتماد ہے۔ جنہیں منظم کرتے ہوئے ہم سماجی تبدیلی کی ناگزیر منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اسے بالآخر حاصل کر کے رہیں گے۔ میں آپ سب کا مشکور ہوں کہ آپ یہاں تشریف لائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی آپ کا تعاون ہماری پارٹی کو حاصل رہے گا۔

شکریہ۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی!

تحریر: عاصم

پارٹی کی تیسری کانگریس سے ایک ٹکڑی واک آؤٹ کر گئی تھی۔ اس ٹکڑی کے "لیڈران گرامی" نے کانگریس سے بہت پہلے پارٹی کے اندر انتشار پھیلانے کے لئے سرگرم کاروائیاں شروع کر رکھی تھیں۔ لیڈروں کے اس ٹولے نے، جو مختلف اقسام کے عجیب الخیال افراد پر مبنی تھا، ایسی دو فنطنیاں چھوڑیں کہ وہ خود انہیں سمیٹنے میں کامیاب نہیں ہو پاتے تھے۔ ان میں ایک "فلسفی" سائنسی وتکنیکی انقلاب کے بلند بانگ نعرے لگاتے ہوئے سرمایہ دارانہ نظام کی شان میں قصیدہ خواں تھے اور سوشلزم کی "فرسودگی" کے بارے میں فلسفیانہ موشگافیاں فرما رہے تھے، تو دوسرے "نظریہ دان" اس سے بھی دو چار آگے بڑھ کر مارکس اور لینن کے غلط ثابت ہو جانے کی نوید سناتے تھے اور بے سروپا دلائل پیش کرتے تھے اگر ایک "مفکر" پاکستان کے معروضی حالات کو آڑ بنا کر پارٹی کے نام، حکمت عملی اور سیاست کو تبدیل کرنے کی "مدبرانہ" تجاویز پیش کر کے مزدور طبقے کی تحریر کو "مضبوط" کرنے کی فکر میں تھے تو دوسرے "عوامی لیڈر" اپنی کثیر الطبقاتی پارٹی کو کمیونسٹ پارٹی کے "نعم البدل" کے طور پر پیش کر رہے تھے اور یہ سب کچھ مزدور طبقہ اور اس کے کاز کے تقدس کی قسمیں کھا کر کیا جا رہا تھا۔

پارٹی نے جمہوری مرکزیت کے اصول کی مکمل پاسداری کرتے ہوئے اس تمام بحث کو پارٹی کے اندر چلایا۔ ان "دانشوروں" کو اپنے "نظریات" پارٹی کارکنوں تک پہنچانے کے لئے پارٹی کے ترجمان "سرخ پرچم" کے صفحات پیش کئے گئے۔ انہیں ہر قسم کی دستاویزات اُتارنے کی اجازت دی گئی۔ جس میں ان حضرات نے پارٹی کا نام تبدیل کرنے کمیونسٹ سیاست سے دستبردار ہو جانے اور پارٹی میں جمہوری مرکزیت کے اصول کو ختم کر کے مادر پدر آزاد جمہوریت رائج کرنے کے نعرے دیئے۔ پارٹی نے ان سب غیر مارکسی نظریات کا مقابلہ مارکسی لینی نظریے کی مدد سے بحث ومباحثہ کے ذریعے کیا۔ جب یہ "منکرین" نظریاتی محاذ پر کھڑے رہنے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے بحث کو ذاتیات کا رنگ دینا شروع کر دیا۔ اور پارٹی کے ماضی وحال، اس کے راہنماؤں اور کارکنوں پر بیہودہ تنقید شروع کر دی۔ پارٹی ڈسپلن کے تمام قواعد وضوابط کو دیدہ دلیری سے نظر انداز کرنے لگے اور اپنی ذمہ داریوں سے لاپرواہی برتنے لگے۔ پارٹی دشمن پراپیگنڈے کے لئے "مزدوروں کے ہمدرد" بورژوا پریس کی استعمال کرنے لگے۔

پارٹی نے بڑے صبر وتحمل کے ساتھ اس صورتحال سے نمٹا اور پارٹی کے اتحاد کو برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ پارٹی نے منحرف حضرات کے ساتھ طویل گفت وشنید کی تاکہ پارٹی کانگریس کے انعقاد میں رخنہ اندازی کی ہر کوشش کو ناکام بنایا جا سکے مگر اس بات چیت میں بھی منحرفین کا رویہ سیاسی ونظریاتی بحث سے زیادہ ذاتی الزام تراشی پر مبنی تھا۔ "عوامی لیڈر" کہتے تھے کہ مجھے پارٹی کے ساتھ کوئی نظریاتی اختلاف نہیں ہے۔ بس "ذمہ دار ساتھی" کو منا لو تب معاملہ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ جبکہ "ذمہ دار ساتھی" ایسی بے ڈھنگی شرائط پیش کر رہے تھے کہ کانگریس کے آغاز سے قبل ہی ضمانت دی جائے کہ فلاں فلاں ساتھی نئی سینٹرل کمیٹی میں نہیں لئے جائیں گے۔ (یہ جمہوریت کے دعویداروں کا مند وبین کے حق رائے دہی پر کھلا ڈاکہ تھا اور ان کے "پر مغز" مضامین کے جواب میں لکھنے والے تمام پارٹی کارکن اُن سے معافی مانگیں گے۔ انکی جمہوریت میں بولنے کا حق صرف "ذمہ دار ساتھی" کو ہی حاصل ہے)

بہر حال پارٹی نے ان سب فضولیات کا جواب نہایت بردباری سے دیتے ہوئے پوری توانائی اس پر صرف کی کہ کسی بھی صورت میں پارٹی کانگریس کو ملتوی نہ کیا جا سکے۔ ان "جمہوریت پسند" حضرات نے اس حد تک جانے میں بھی کراہت محسوس نہیں کی کہ کراچی کی پارٹی کمیٹی کے عہدیداروں اور ممبران کی بھاری اکثریت کو مطلع کئے بغیر کراچی سٹی کمیٹی کی غیر قانونی کانفرنس منعقد کر دی۔ یہ شاید متبادل پارٹی کانگریس کی بھونڈی ریہرسل تھی۔ اگرچہ اس میں شریک منحرف "لیڈروں" نے اسے غلط تسلیم بھی کیا، مگر اس سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ حقیقی کراچی پارٹی کمیٹی میں بیٹھے رہے اور اس کی تشکیل کردہ استقبالیہ کمیٹی برائے تیسری کانگریس میں بھی شامل رہے۔

اس طرح، ایک طرف انہوں نے کانگریس کے آغاز سے قبل ہی پارٹی کو توڑنے کا کھلا عندیہ دے دیا تھا۔ تو دوسری طرف ان کے اندر کارکنوں کا سامنا کرنے کی اخلاقی جرأت بھی نہیں تھی اور وہ قانونی استقبالیہ کمیٹی سے نکلنے کی ہمت بھی نہ کر سکے۔ انہوں نے کانگریس کے انعقاد کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی گھٹیا پالیسی بھی جاری رکھی، جس کے تحت مخرف "لیڈران" بڑے دھڑلے سے یہ دعوے کرتے پھرتے تھے کہ کوئی پارٹی کانگریس نہیں ہو گی اور ہو ہی نہیں سکتی، کیونکہ کسی بھی قسم کے انتظامات نہیں کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اُسی دن وہ کانگریس کے سارے انتظامات اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آتے ہیں۔ اس ساری سرگرمیوں کے پیچھے ان "لیڈران کرام" کا وہ خوف صاف جھلکتا نظر آتا تھا، جو وہ اپنے نظریات کے افلاس اور بودے پن کی بناء پر کانگریس کے اندر پارٹی کارکنوں کا سامنا کرنے میں محسوس کرتے تھے۔ کانگریس سے باہر غیر منظم اور "آزاد" سرگرمیاں انکی طبیعت سے زیادہ میل کھاتی تھیں، جن میں کسی قسم کی جوابدہی کے خوف کے بغیر مختلف اور متضاد بیانات کے ذریعے اپنی لیڈری چمکائی جا سکتی تھی۔ لیکن کاتب تقدیر نے کانگریس کے اندر ذلت ان کے مقدر میں لکھ دی تھی اور وہ پارٹی کارکنوں کے سامنے جوابدہی سے جان بچا نہ پائے۔

پارٹی ان "مجاہدوں" کو پارٹی کانگریس تک لے تو آئی، مگر وہ اس میں یہ ارادہ لیکر شریک ہوئے تھے کہ اگر "میلہ لوٹنے" میں ناکام رہے تو میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس کا اظہار انہوں نے پہلے دن ہی کانگریس کے باقاعدہ آغاز سے قبل مندوبین و مبصرین کی رجسٹریشن کے دوران شروع کر دیا۔ جب وہ بہت سے ایسے افراد کو اپنے ساتھ اُٹھا لائے، جو نہ تو کانگریس کے مندوب تھے نہ ہی مبصر۔ یہ "انقلابی" قدم اُٹھاتے ہوئے انہوں نے پارٹی اور اس کے کارکنوں کے لئے ناگزیر حفاظتی اقدامات کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ اُس وقت شاید ان کے ذہنوں میں "سائنسی و تکنیکی انقلاب کے ثمرات" اور "سرمایہ داروں کے بدلتے ہوئے کردار" کا ہوا سوار تھا اور زیر زمین پارٹی کی کانگریس کے لئے لازمی قواعد و ضوابط کو بالکل بھلا بیٹھے تھے۔ ایک "ذمہ دار ساتھی" نے تو "جمہوریت پسندی" کی انتہا کر دی اور کوئٹہ میں لوگوں کو کانگریس میں شرکت کی کھلی دعوت اس طرح سے دے آئے، جیسے میلاد شریف میں بلا رہے ہوں۔ انکی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں بزرگ اشخاص اور نوعمر لڑکے بھی شامل تھے جو ہزار دقتوں کے ساتھ کانگریس تک پہنچ پائے تھے۔ اپنی اکثریت میں مصنوعی اضافے کی اس "معصومانہ" کوشش اور اس عامیانہ جھوٹ کی پوری ذمہ داری اُس "مردِ حق" کے ضمیر پر ہے۔ کانگریس کے اجلاس میں غیر متعلقہ افراد کی شرکت کے مسئلہ کو ابھار کر "جمہوریت کے پروانوں" نے حالات کو خراب کرنے کی انتہائی سر توڑ کوشش کی تاکہ کسی طرح اجلاس سے قبل ہی واک آؤٹ کرنے کا بہانہ مل جائے۔ مگر پارٹی نے اس صورتحال کو نہایت خوش اسلوبی سے سنبھال لیا۔ اور منحرفین کی ایک اور سازش کو ناکام بنا دیا۔

پارٹی کی تیسری کانگریس کا آغاز سیکرٹری جنرل کامریڈ امام علی نازش کی استقبالیہ تقریر سے ہوا، جس میں انہوں نے پارٹی کی جدوجہد کے حوالے سے جہاں اُسکی کامیابیوں اور حاصلات پر روشنی ڈالی، وہیں پارٹی میں پائی جانی والی نظریاتی کج رویوں اور مصلحت پسندانہ اور موقع پرستانہ رجحانات کا بھی تذکرہ کیا۔ ظاہر ہے کہ پارٹی کا نام اور سیاست بدلنے والوں، پارٹی کا "نعم البدل" کھڑا کرنے والوں، مارکسزم اور لینن ازم کو غلط قرار دینے والوں اور سرمایہ داروں کے بدلتے ہوئے کردار سے متاثر ہونے والوں کے لئے یہ تلخ مگر حقیقت پسندانہ تنقید کس طرح قابل برداشت ہو سکتی تھی۔ اس لئے ان "جمہوریت پسندوں" نے مروجہ جمہوری روایات کے مطابق کانگریس کے باقاعدہ ایجنڈے کی منظوری تک انتظار فرمانے کی زحمت اُٹھانا بھی گوارا نہ کی اور شاید "انٹرنیشنل" کے خاتمے کا انتظار بھی نہایت بے چینی سے کیا تھا۔ ایجنڈے پر خاک ڈالتے ہوئے "ذمہ دار ساتھی" نے ایک دھواں دھار تقریر جھاڑ دی۔ تقریر کا لب لباب تو پارٹی اور اسکے راہنماؤں پر جائز و ناجائز تنقید اور کسی "مجرد و مجہول سچائی" کو اپنانے کی دردناک اپیلوں پر مشتمل تھا۔ مگر قابل ذکر وہ چند نقاط ہیں، جو انہوں نے کانگریس کے کام میں رخنہ ڈالنے کی غرض سے اُٹھائے تھے۔ ان کا ایک نہایت "مدلل" اعتراض تو یہ تھا کہ کامریڈ سیکرٹری جنرل کی استقبالیہ تقریر کو سینٹرل کمیٹی سے منظور نہیں کروایا گیا۔ اور مطالبہ کیا کہ اُسے دوبارہ لکھا جائے اور منظور کروایا جائے۔ پھر خود ہی اس تجویز کے بارے میں "غیر قانونی" ایوان سے رائے بھی

مانگ لی اور جو چند ہاتھ اٹھے تھے ان کو بھی گننے کی زحمت گوارا نہ کی اور تجویز کی منظوری کا اعلان فرما دیا۔ لیکن ایوان کی بھاری اکثریت نے اس تجویز کو رد کر دیا اور "ذمہ دار ساتھی" کو بتایا کہ سیکریٹری جنرل کا استقبالیہ خطاب انکی اپنی تقریر ہے نہ کہ سینٹرل کمیٹی کی مشترکہ دستاویز۔ اسکی سینٹرل کمیٹی سے منظوری کہیں بھی نہیں لی جاتی ہے۔ اس طرح "ذمہ دار ساتھی" کا یہ بہترین "نکتہ" بہترین طریقے سے " فلاپ ہو گیا۔

دوسرا نکتہ جو انہوں نے اپنے "گنج افکار" (گنج سے مراد خزانہ ہے) سے برآمد فرمایا، وہ پارٹی کی تیسری کانگریس کی قانونی حیثیت کو چیلنج تھا، جس کے ذریعے وہ کانگریس کے اندر ہونے والی بحث کو آغاز ہی سے انتشار کا رُخ دینے کی کوشش میں تھے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے سندھ پارٹی تنظیم میں مندوبین کے انتخاب کو نشانہ تنقید بنایا اور اپنی " مجرد مجہول سچائی" کو پوری طرح اپناتے ہوئے سندھ کانفرنس کے شرکاء اور سندھ میں پارٹی ممبران کی تعداد کو مسخ کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ اپنے ہی گھڑے ہوئے مفروضہ کو بنیاد بنا کر "ذمہ دار ساتھی" نے پارٹی کی تیسری کانگریس کے غیر قانونی ہونے کا حکم صادر فرما دیا۔ سندھ کے انتخابات کے متعلق "ظلم کی داستانوں" نے ان حضرات کے چند "پرجوش" موالیوں پر گہرا اثر ڈالا اور انہوں نے فرط جذبات میں اپنے "غیر قانونی" ہونے کی تصدیق کرنا شروع کر دی۔ اور "غیر قانونی" ایوان سے مطالبہ کرنا شروع کر دیا کہ انہیں مندوب سے مبصرین میں تبدیل کر دیا جائے۔ لیکن ایوان کے زیادہ تر مندوبین پر ان "جذباتی" حرکات کا منفی ردّ عمل ہی ہوا۔ پہلی صف میں بیٹھے ہوئے ان "جذباتی جیالوں" کا رویہ شروع ہی سے انتہائی بیہودہ اور جارحانہ تھا۔ وہ کانگریس کے اجلاس میں ہڑبونگ مچا کر اسٹیج پر قبضہ جمانے اور کانگریس کو ہائی جیک کرنے کے عزائم لیکر آئے تھے۔ مگر ایوان سے کسی بھی قسم کا سہارا نہ ملنے کی وجہ سے وہ اس میں بُری طرح سے ناکام رہے۔ بلکہ ان کی بدتمیزیوں نے ایوان میں سخت ناراضگی اور غصہ پیدا کیا۔

سندھ پارٹی کے انچارج اور دیگر مندوبین نے اپنی تقریر میں سندھ کے انتخابات کی حقیقی تصویر پیش کی اور یہ سوالات واضح طور پر اٹھائے کہ اگر محرفین کی رائے میں سندھ کے انتخابات میں واقعی گڑبڑ ہوئی تھی تو پانچ ماہ تک کیوں خاموش رہے۔ انہوں نے اُس وقت یہ اعتراض کیوں نہیں اٹھایا جب سندھ کی ڈسٹرکٹ کمیٹیوں اور بعد میں صوبائی کمیٹی کی کانفرنسیں ہو رہی تھی اور مندوبین منتخب ہوئے تھے۔ ان انتخابات کی نگرانی سنٹرل کمیٹی کے تین ارکان نے کی، انہوں نے کسی قسم کی بے قاعدگی کی رپورٹ کیوں نہیں دی۔ خود "ذمہ دار ساتھی" نے اس پانچ ماہ کے دوران اس سوال کو نہ تو سینٹرل کمیٹی میں اٹھایا اور نہ ہی اپنی " بلند پایہ" تصانیف میں اسکا کوئی ذکر کیا۔ اب کانگریس کے آغاز کے بعد اس سوال کو اٹھانے کا مقصد صرف اور صرف کانگریس کو انتشار کا شکار کر کے ملتوی کرانا ہے۔

"نظریہ دان ساتھی" اور اسناد کمیٹی کے سیکریٹری، جن کو کوئی چار گھنٹے کی خاموشی کے بعد اپنے "ذمہ دار ساتھی" کی گھٹیا الزام تراشی کی تائید کرنے کی توفیق حاصل ہوئی اور جنہوں نے اسناد کمیٹی سے منظوری لئے بغیر اپنے دستخطوں سے اسکی رپورٹ کانگریس کے آغاز سے قبل ہی مندوبین میں تقسیم کرنا شروع کر دی تھی۔ (شاید "جمہوریت" کا یہ بھی ایک انداز ہے) وہ حضرت بھی ایوان کے بلند کردہ سوالات کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ البتہ اپنے لیڈر سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر "سچائی" کی پاسداری کرتے ہوئے انہوں نے یہ بیان ضرور دیا کہ باقی تمام صوبوں کے مندوبین کی فہرستوں پر تو میں نے اپنے دستخط مبارک مثبت فرما دیئے ہیں۔ مگر سندھ کی فہرست میرے دستخطوں سے محروم رہ گئی ہے۔ کیونکہ وہاں پر مندوبین کا انتخاب درست نہیں ہوا تھا۔ "سچائی" کا یہ علمبردار جس وقت یہ بیان دے رہا تھا، پارٹی ریکارڈ میں اُس کی دستخط کردہ سندھ کی فہرست موجود تھی اور ابھی ابھی موجود ہے "سچائی" کو مزید "تقویت" پہنچانے کی غرض سے انہوں نے سندھ میں پارٹی ممبروں کی تعداد بھی دانستہ طور پر غلط بتائی، جبکہ انکی دستخط کردہ اُسی فہرست میں صحیح تعداد بھی لکھی ہوئی تھی۔ اس بے ضمیری اور غلط بیانی کا مقصد کانگریس کو منتشر کرنے اور پارٹی کو تقسیم کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

اس کے برعکس سندھ پارٹی کے انچارج نے ان "قانونی دروغ گوئیوں" کا مدلل جواب دیا۔ انہوں نے سندھ میں ہونے والے انتخابات کا ضلع وار مکمل ریکارڈ ایوان کے سامنے رکھا اور تجویز پیش

کی کہ ایک کمیٹی اس ریکارڈ کی مکمل جانچ پڑتال کے بعد ایوان کو اپنی رپورٹ پیش کرے۔ مگر ہر قیمت پر کانگریس میں خلل ڈالنے کے متلاشی شر پسند اس معقول تجویز کو قبول کرنے پر کیسے آمادہ ہو سکتے تھے، جو انکے پورے کھیل کا بگاڑ سکتی تھی۔ اس لئے انہوں نے سندھ میں بے قاعدگیوں کا باجہ بجانا جاری رکھا، البتہ اس میں مزید کچھ سُر شامل کر دیئے۔

ان میں سب سے بے سری آواز ایک واضح پارٹی دشمن شخص کی پارٹی کانگریس میں شمولیت کے متعلق تھی، جس کے تنگ نظر قوم پرستانہ خیالات، پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزیوں اور پارٹی کے خلاف ہرزہ رسائی سے تمام پارٹی کارکن بخوبی واقف ہیں۔ اس "مجاہد" نے پارٹی کے فیصلے سے قبل ہی پارٹی چھوڑنے کا کھلا اعلان ایک پمفلٹ میں پارٹی کے خلاف انتہائی گھٹیا زبان استعمال کرتے ہوئے کر دیا تھا۔ مگر "جمہوری اتحاد کے امین" اس کے باوجود اس شخص کو پارٹی سے نکالے ہوئے دوسرے افراد کے ہمراہ کانگریس میں شرکت کے لئے گھسیٹ لائے اور ان چلے آنے والوں کی بے ضمیری کی بھی انتہا ہے کہ جس پارٹی نے انہیں اپنی صفوں سے خارج کر دیا ہے اور جس کے خلاف وہ گھٹیا الزام تراشی کی مہم شب و روز چلائے ہوئے ہیں۔ اسکی کانگریس میں شرکت کے لئے نہایت ڈھٹائی سے مُنہ اُٹھائے چلے آ رہے ہیں کانگریس کو منتشر کرنے کے لئے منحرفین کی شعوری خباثت کی یہ ایک اور واضح مثال ہے۔ جب منحرفین کے شور و غوغا کے بعد ایوان نے واضح اکثریت کے ساتھ اس پارٹی دشمن فرد کو کانگریس میں مدعو کرنے سے انکار کر دیا اور فیصلہ کیا کہ وہ شخص اپنے معاملے کے بارے میں کانگریس کے سامنے جائزے کے لئے اپنی تحریری درخواست پیش کرے تو اس پر بھی یہ حضرات بغلیں بجاتے ہوئے اُس شخص کی طرف دوڑے مگر اس نے تحریری درخواست لکھ کر دینے سے صاف انکار کر کے منحرفین کی تمام اُمیدوں پر پانی پھیر دیا اور وہ منہ لٹکائے واپس آ گئے۔ اس طرح سے منحرفین کی یہ بھری سازش انکے اپنے ہی مہرے کے ہاتھوں پٹ گئی۔

ایوان میں جب بحث نے طول پکڑا تو منحرفین کے کرتوت بھی ظاہر ہونے لگے۔ پارٹی پر ان کے حملوں کے جواب میں مندوبین نے انکی "سچائی" کا پردہ بھی چاک کرنا شروع کر دیا۔ مندوبین کے ایسے واضح سوالات کا اُن کے پاس کوئی جواب نہیں تھا کہ پنجاب کے مندوبین کی فہرستیں وہاں منعقدہ انتخابات کو نظر انداز کر کے از سر نو اپنی مرضی کے مطابق کس جمہوری اصول کے تحت بنائی گئی تھیں۔ ایوان میں موجود پنجاب کے ایک مندوب نے اپنا کیس پیش کیا جو انتخابات میں کانگریس کے لئے منتخب ہوئے تھے۔ مگر "ذمہ دار ساتھی" نے انہیں لسٹ سے اس بوگس بنیاد پر خارج کر دیا کہ وہ دو پارٹیوں کا رکن ہے جبکہ حقیقتاً وہ "ذمہ دار ساتھی" کے "عظیم" نظریات سے متفق نہیں تھا۔ دوسری طرف خود اس منحرف ٹولے میں شامل "عوامی لیڈر" نہ صرف ایک کثیر الطبقاتی پارٹی کا سربراہ تھا بلکہ اس پارٹی کو کمیونسٹ پارٹی سے بھی بڑا ہمراہ دل تصور کرتا تھا۔ پنجاب کے مندوبین نے منحرف ٹولے کی مالی بدعنوانیوں کا پول بھی ایوان کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ جنہوں نے تیسری کانگریس کے نام پر پنجاب میں پارٹی کارکنوں سے ہزاروں روپے کا فنڈ اکٹھا کیا اور پارٹی کو ایک ڈھیلہ تک نہیں دیا۔ یہ "متقی کامریڈز" واضح طور پر کہتے تھے کہ اس فنڈ کو ہم متبادل کانگریس کے انعقاد کے لئے استعمال کریں گے۔ یہ پارٹی کے مخلص کارکنوں کے ساتھ کھلا فراڈ تھا۔ ان سب سنگین الزامات کے بارے میں یہ حضرات ایک بھی تسلی بخش جواب نہیں دے پائے۔

ان حضرات کی نظریاتی مفلسی اور سیاسی اخلاق باختگی کا سب سے بڑا ثبوت سیکریٹری جنرل پر سٹالن ازم کی تقلید کا بھونڈا الزام تھا۔ بختو نخواہ کے ایک "منحرف لیڈر" نے "سرخ پرچم" میں کامریڈ سیکریٹری جنرل کے شائع شدہ مضمون کا ایک حصہ بڑے دھوم دھڑکے کے ساتھ پڑھ کر سُنایا اور اُن پر سٹالن ازم کے حامی ہونے کا الزام بڑی شد و مد سے عاید کیا۔ ایوان ابھی انکی شعلہ بیانی پر اظہار تعجب ہی کر رہا تھا کہ کامریڈ سیکریٹری جنرل نے ایوان کو بتایا کہ ان حضرات نے میرے مضمون کے جس حصے کا حوالہ دیا ہے۔ وہ میرا لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ سوویت کمیونسٹ پارٹی کے سیکریٹری جنرل کامریڈ گارباچوف کی تقریر سے اقتباس ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے کامریڈ گارباچوف کی وہ تقریر بھی ایوان کو دکھائی۔ ایوان نے منحرفین کی اس مضحکہ خیز بدحواسی کو بھرپور قہقہوں اور تالیوں سے "خراج تحسین" پیش کیا جنہوں نے نہ صرف مضمون کو سنجیدگی سے پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش تک نہیں کی بلکہ بڑے طمطراق سے کامریڈ سیکریٹری

جنرل پر الزام عاید کرتے چل پڑے تھے۔ اس واقعے نے ایوان کے سامنے منحرفین کے سیاسی و نظریاتی معیار اور مشغلہ بیانی کے کھوکھلے پن کو بھی مکمل طور پر ظاہر کر دیا۔

منحرفین کی تمام تر کوششوں کے باوجود ایوان کے اندر بحث کا رُخ ذاتی الزامات سے نظریاتی مسائل کی جانب مڑتا چلا گیا۔ مندوبین نے اپنی تقریر میں واضح طور پر پارٹی کا نام بدلنے والوں کمیونسٹ سیاست سے جان چھڑانے والوں، لبرل اور بورژوا سیاست کے لئے تڑپنے والوں اور کثیر الطبقاتی پارٹی کو مزدور طبقے کا ہراول تصور کرنے والوں پر کڑی تنقید کرنا شروع کر دی۔ انہوں پارٹی اور اس کے راہنماؤں کے خلاف گھٹیا اور بیہودہ پمفلٹ اور مضامین شائع کرنے والوں کی شدید مذمت کی۔ مندوبین نے منحرف حضرات کے تجویز کردہ متبادل آئین میں پیش کردہ جمہوری مرکزیت کے اصول کو لبرل بورژوا جمہوریت سے بدلنے کی تجویز اور پارٹی ڈسپلن کی من مانی "تخلیقی" تشریح کرنے کے حق کو بُری طرح رد کر دیا۔ مندوبین نے کراچی پارٹی کمیٹی کی غیر قانونی کانفرنس منعقد کرنے پر منحرفین سے سختی کے ساتھ جواب طلبی کی۔ ایوان نے کانگریس کے غیر قانونی ہونے کے نظریے کو کلی طور پر مسترد کر دیا۔ بحث کا یہ رُخ منحرفین کے لئے ہرگز قابل قبول نہیں تھا۔ جو انکی سیاسی و نظریاتی قابلیت اور ذاتی خباثت کا بھانڈا پورے ایوان نے شدت کے ساتھ اس تجویز کی مخالفت کی اور واضح اعلان کیا کہ اب تمام معاملات ایوان کے اندر طے ہونگے اور ہر شخص کو اپنے موقف کی سچائی پر پورے ایوان کو قائل کرنا ہوگا اور کسی قسم کی سودے بازی اور پس پردہ گٹھ جوڑ نہیں چلنے دیا جائے گا۔ پرانے گھاگ سیاستدان کی چال کے خلاف ایوان کے اس ٹھوس موقف نے منحرفین کے سامنے ان کی بقا کا مسئلہ لا کھڑا کیا۔ اس لئے شام کے کھانے کے وقفے کے دوران وہ بڑی پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کو مشورے دے رہے تھے کہ اگر بحث کا رخ یہی رہا تو ہم اپنے باقی ماندہ ساتھیوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اس لئے واک آؤٹ کے فیصلے پر فوری عملدرآمد کی ضرورت ہے

واک آؤٹ پر عملدرآمد کے لئے قربانی کا بکرا "عوامی لیڈر" کو بنایا گیا، جنہوں نے کلاشنکوف کی دھمکیوں اور پارٹی کے وارث ہونے دعووں سے لیکر مزدور طبقے کے بارے میں لفاظی تک کھوکھلے فقروں پر مشتمل ایک دھواں دھار تقریر جھاڑی۔ لیکن منحرفین نے جس نکتہ کو کانگریس کے غیر قانونی ہونے کی بنیاد بنایا تھا۔ یعنی سندھ کے مندوبین کا غلط انتخاب، تو اس بارے میں اس "مرد مجاہد" کو ایک لفظ کہنے کی بھی توفیق حاصل نہیں ہوئی، حالانکہ وہ خود ان انتخابات کے نگران میں شامل تھے اور گذشتہ پانچ ماہ میں ایک بار بھی کسی قسم کا اعتراض نہیں اُٹھایا تھا۔ بہر حال انہوں نے اس قدر اخلاقی جرأت کا مظاہرہ تو کر دکھایا کہ ایوان کے سامنے کھلے عام اعتراف کیا کہ ہم متبادل کانگریس کرنے جا رہے ہیں اور اس کے لئے انتظامات بھی پہلے سے کر چکے ہیں۔ ان کے اس اعلان نے ایوان کے سامنے منحرفین کے حقیقی عزائم کو فاش کر دیا اور پارٹی کے ساتھ ان کی نام نہاد وفاداری کا بھی پول کھول دیا۔ "عوامی لیڈر" اپنی موسلا دھار تقریر کے دوران خود تو پسینے میں شرابور ہو گئے مگر ایوان پر اُسکے خاطر خواہ اثرات مرتب کرنے میں ناکام رہے۔ منحرفین کی جانب سے ایوان کو قابو کرنے کی یہ آخری چال تھی، جس کی ناکامی کے بعد کانگریس سے اُن کا واک آؤٹ ناگزیر ہو گیا تھا۔

پارٹی کی تیسری کانگریس کو یہ ٹکڑی غیر قانونی قرار دیتے ہوئے واک آؤٹ کر گئی۔ یہ "تڑپ کا پتہ" انہوں نے آخر دم تک سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ اور مہینوں سے جاری پارٹی مخالف مہم میں اُسے سامنے نہیں لائے تھے تاکہ اگر کانگریس سے گریز کوئی راستہ نہ ملا تو اُسے استعمال کر سکیں۔ ان کی نرالی منطق یہ تھی کہ "غیر قانونی" ایوان یہ "قانونی" فیصلہ دے کہ یہ کانگریس "غیر قانونی" ہے۔ جب ایوان نے انکی اس "بلند پایہ منطق" کو قبول کرنے سے انکار کر دیا "غیر قانونی" ایوان کا ایک "غیر قانونی" حصہ اپنی الگ "قانونی" کانگریس کرنے کے لئے اُٹھ گیا۔ واک آؤٹ کرتے ہوئے انہوں نے اگلے دن گیارہ بجے تک مذاکرات کے لئے انتظار فرمانے کی خوشخبری بھی سنائی کہ اگر اُس وقت تک اس ایوان نے خود غیر قانونی مان لیا۔ تو کانگریس کو ملتوی کر کے انکے ساتھ بات چیت کے لئے آجائے۔ منحرفین اگرچہ مندوبین کی ایک چھوٹی ٹکڑی کو اپنے ساتھ جانے میں کامیاب ہوئے مگر مندوبین کی بھاری اکثریت نے انہیں مسترد کر دیا۔ منحرفین کی تمام ریشہ دوانیوں کے باوجود کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی تیسری کانگریس

نے اپنا اجلاس جاری رکھا۔

مندوبین نے اپنی تقاریر میں واک آؤٹ کرانے والوں پر شدید تنقید کی اور یہ سوال اُٹھایا کہ "غیر قانونی" ایوان سے نکلنے والے ایک "غیر قانونی" حصے کو اب کس منہ سے "قانونی" کانگریس منعقد کی جرأت ہوگی۔ مندوبین نے نشاندہی کی کہ اس پورے دن کی بحث کے دوران منحرفین نہ صرف سیاسی و نظریاتی اعتبار سے مکمل طور پر ناکام رہے بلکہ ان کا ذاتی کردار بھی کسی مستحسن صورت میں ایوان کے سامنے نہیں آیا۔ پارٹی کانگریس نے اتفاق رائے سے قرار داد پاس کی، جس میں ایک طرف واک آؤٹ کرنے والوں کی ٹکڑی خدمت کرتے ہوئے ان کے ساتھ کسی بھی قسم کی سیاسی و نظریاتی سودے بازی کے احکامات کو قطعی طور پر رد کر دیا گیا۔

منحرفین نے پارٹی کی تیسری کانگریس سے واک آؤٹ کر کے جو ذلت کمائی، وہ تو اپنی جگہ مسلمہ ہے، مگر دلچسپ سوال یہ ہے کہ سیاسی اعتبار سے انہوں نے اس گھناؤنے عمل سے حاصل کیا کیا ہے۔ انکی "قانونی" کانگریس ایک سیل کی میٹنگ کی طرح سے منعقد ہوئی اور ایک گھنٹہ بھی جاری نہ رہی اس میں نہ تو کوئی سیاسی دستاویز پیش کی گئی اور نہ ہی حکمت عملی اور پروگرام طے کیا گیا۔ متفکہ بدنام زمانہ متبادل آئین کو بھی قبول نہیں کیا گیا اور پارٹی کے موجودہ آئین کو ہی اپنا لیا گیا۔ پارٹی کا نام بدلنے کے لئے واویلا کرنے والوں میں اپنی پارٹی کا دوسرا نام تک رکھنے کی اخلاقی جرأت نہیں تھی اور وہ ابھی تک کمیونسٹ پارٹی کے نام کو استعمال کر رہے ہیں یہ سب وہ نکات ہیں جن پر ان حضرات نے ایک عرصہ تک پارٹی کے اندر ادھم مچا رکھا تھا۔ لیکن جب عمل کا موقع ان کو حاصل ہوا تو عملی طور پر وہ نہایت بودے ثابت ہوئے۔ البتہ انکی "قانونی" کانگریس نے ایک "سنہری" فیصلہ ضرور کیا ہے کہ اخلاقی کمزوریوں کے شکار اور کھلے عام پارٹی دشمن سرگرمیوں میں ملوث افراد کو، جو پارٹی سے نکالے جا چکے تھے، اپنے ساتھ ملایا ہے تاکہ مزدور تحریک کا یہ "قیمتی سرمایہ" کیس الوارثی کی حالت میں خوار نہ ہوتا پھرے۔

منحرفین نے پارٹی کانگریس کے انعقاد کے راستے میں شروع دن سے روڑے اٹکانے شروع کر دیئے تھے اور اُسے ملتوی کروانے کی بھرپور کوششیں کرتے رہے۔ جب کانگریس کو روکنا ان کے بس میں نہ رہا تو انہوں نے کانگریس کے اجلاس میں انتشار پھیلا کر اُسے ناکام بنانے کی سعی لاحاصل کی۔ اس کوشش میں بھی منہ کی کھانے کے بعد انہوں نے واک آؤٹ کیا اور "قانونی" کانگریس کا ڈھونگ رچایا۔ مگر ان کے یہ تمام سازشی حربے بلا نتیجہ رہے اور ایک بھدی اور پست حرکت کے سوا کسی دوسرے نام کے اہل نہیں ہیں۔ منحرفین نے پارٹی سے نکل کر حاصل تو کچھ نہیں کیا، مگر کھویا بہت کچھ ہے اس کا احساس ان میں موجود سنجیدہ اور مخلص کارکنوں کو بہت جلد ہونے لگے گا۔ پارٹی نے پہلے بھی اس قسم کی مصلحت پسندی اور موقع پرستی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ اور آئندہ بھی کرتی رہے گی۔ مزدور طبقے کے کاز کے لئے کاز کے لئے اُس کی جدوجہد کی راہ میں کوئی "فلسفی" یا "مفکر"، "نظریہ دان" یا "عوامی لیڈر" روکاوٹ نہیں بن سکتا۔ پارٹی اپنے کردار اور جدوجہد کے حوالے سے ہمیشہ زندہ جاوید رہے گی اور اسکے راستے کے یہ پتھر نظریاتی و سیاسی ذلت کی گہرائیوں میں دھنستے چلے جائیں گے۔

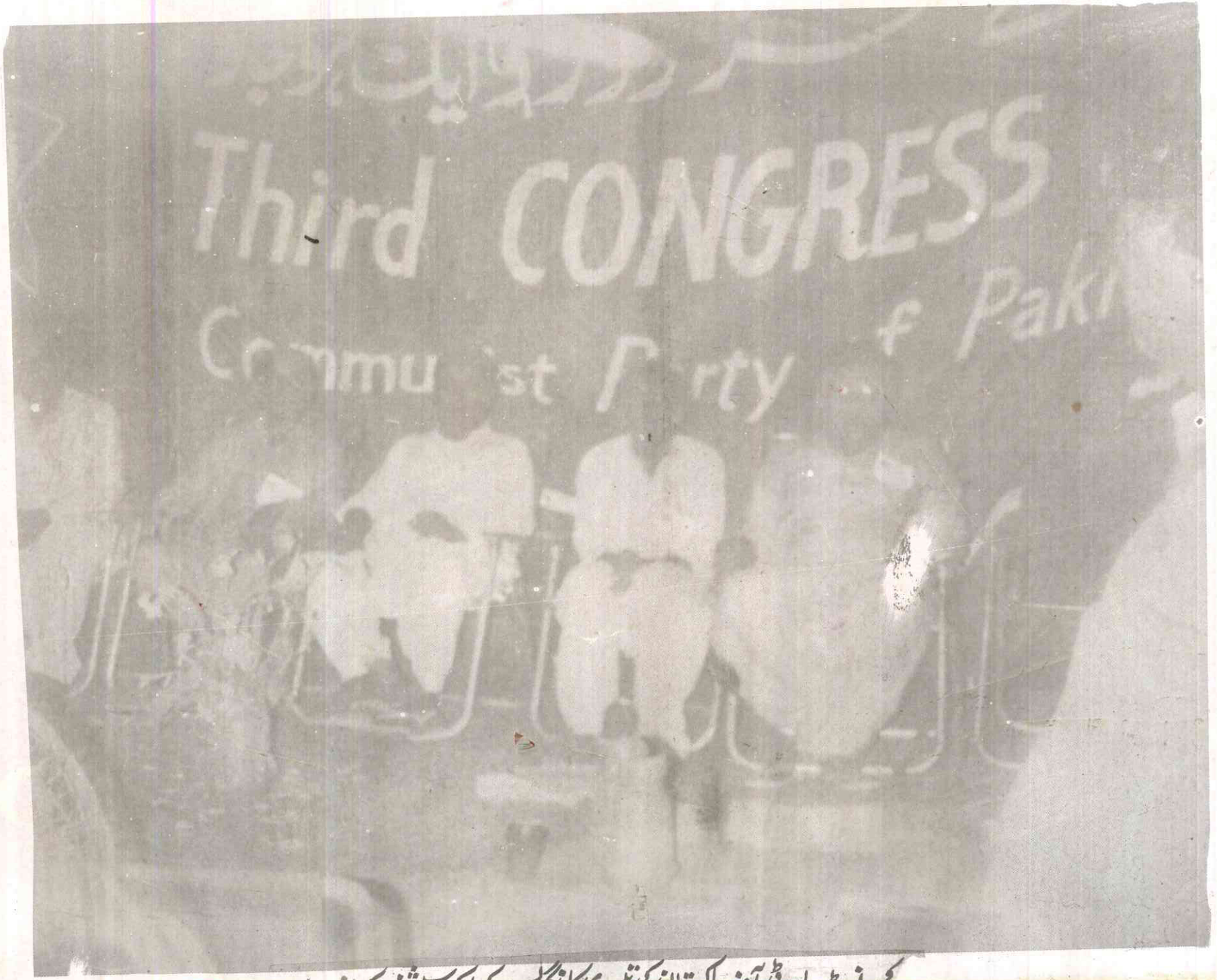

محمود علی قصوری، پاکستان کی تیسری کانگریس کے ایک سیشن کو خطاب کر رہے ہیں

COMMUNIST PARTY OF PAKISTAN

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان

تیسری کانگریس

۱۹۸۹ء

دنیا کے مزدورو ایک ہو جاؤ!